گورنمنٹ آف انڈیا سے باضابطہ رجسٹری شدہ

فضل بکڈپو لاہور کے تمام ناول ریلوے اسٹیشن کی ہر بک سٹال سے بھی مل سکتے ہیں

چنچل ہاری

قیمت
چودہ آنہ ۱۴؍

مطبوعہ فضل سلیم پریس لاہور حرف سرورق

فضل بک ڈپو لاہور ۲۷ کے جدید دلکش ناول جو چھپکر تیار ہیں۔

کارنامہ بہادر بہرام۔ یہ وہ آفت کا پرکالہ دنیا سے نرالا بہرام ہے۔ جس کا ذکر ناول نیلی چھتری و بہرام کی گرفتاری اور بہرام کی فراری میں آچکا ہے۔ اس ناول میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ بہرام عیار کو پولیس نے کس طرح جان جوکھوں میں ڈال کر گرفتار کیا۔ اور اس نامی بدمعاش نے ان کو کس داؤگھات سے دھوکا دیا اور فرار ہو کر پبلک کو عجیب حیرت انگیز اور تعجب خیز عیاریوں سے جلبازی دیتا رہا۔ اور پھر پولیس کے اعلےٰ افسران کو کن کن چالوں سے دریائے حیرت میں ڈال کر اپنی عیارانہ چالیں دکھاتا رہا۔ علاوہ ازیں ناول ہذا میں ایسی ایسی پیچیدہ گتھیاں سلجھائی گئی ہیں۔ کہ جن کو اہل دل پڑھ کر حیران ہو جاتے ہیں باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت ایکروپیہ چار آنہ ہے۔ (عہ)

منتظر۔ جس میں مکاروں کی مکاریاں حسن وعشق کی رنگ آمیزیاں کا سربستہ راز ایک ایسے پیرایہ میں سپرد قلم کیا گیا ہے۔ کہ جس کے پڑھنے سے اہل دل کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک ناول ہے۔ جو ۱۰۸ صفحے کا ہے۔ واقعات بامحاورہ اور دلکش ہیں۔ قیمت صرف تیرہ آنہ

حسن کی ملکہ۔ یہ ناول نہایت ہی حیرت انگیز اور عبرت خیز ہے۔ جس میں عیاریوں کی عیاریاں نازمعشوقانہ اور سچی الفت کی رازداریاں کچھ ایسے طریقہ سے سپرد قلم کی گئی ہیں۔ کہ اہل دل پڑھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ قیمت ایکروپیہ چار آنہ۔ (عہ)

جدید نیلی چھتری۔ ایک لاجواب قابلدید تصنیف ہے۔ جس میں لنڈن کے ایک مشہور نامور ڈاکٹر کی عیاری پر فطرت جاسوسی و داؤپیچ کا خاکہ نہایت دلچسپ وسنسنی خیز پیرایہ میں کھینچا گیا ہے۔
قیمت مع محصولڈاک ایکروپیہ چار آنہ

خار حسرت۔ ایک سنسنی خیز طبیعت کو لوٹن کبوتر بنا دینے والا۔ نئی اور نرالی طرز کا لاجواب ناول ہے۔ جسمیں حسن وعشق کی جیتی جاگتی تصویریں عجیب دلچسپ پیرایہ میں کھینچی گئی ہیں۔ قیمت۔ چودہ آنہ۔

منگوانیکا پتہ ہے۔ فضل بک ڈپو ۲۷ لاہور

چلبلی ہاری

حسب فرمائش

منشی فضل الدین فضل کریم تاجران کتب

و مالکان

فضل بک ڈپو فضل بلڈنگ

۲۷ لاہور

قیمت چودہ آنہ (۱۴/)

گلزار محمدی سٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد پرنٹر کے چھپا

تاجران کتب

کو مطلع رہے کہ ہمارے کہ ہمارے بک ڈپو کے ناول

نہایت دلکش حیرت انگیز اور سب تاجران سے

سستے

ہونے کے باعث سینکڑوں کی تعداد میں روزانہ

فروخت ہوتے ہیں۔ اسلئے بغرض اطلاع عام

مطلع کیا جاتا ہے کہ زیادہ مال کے خریدار جلد بذریعہ

خط وکتابت فیصلہ کریں ہمارے یہاں تاجران کتب

کو خاص رعائت پر مال بھیجا جاتا ہے اور لطف

یہ ہے کہ ہمیشہ ہر مہینے دو نئے ناول نکلتے رہتے ہیں

نیز سائن بورڈ مفت اشتہار مفت کیلنڈر مفت

تمام خط وکتابت منیجر فضل بکڈپو انار کلی لاہور سے کریں۔

چلبچل ہاری

اثر قلم شیخ محمد نذیر صاحب
بیقرار

زمانے نے اپنی کتاب کیلئے ورق الٹے اور ہر ایک ورق پر طرح طرح کے انقلابات ظاہر کئے جلیل القدر شہنشاہ۔ شیردل بہادر۔ نڈر جری سپاہی۔ عادل حکمران مسیحا نفس حکما پیدا ہوئے اور پھر پیوند خاک ہو گئے۔ سلطنتیں زمین۔ اور آسمان ظاہر ہیں۔ کہ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک الٹا لوہا گیا۔ مگر تغیرات کی زبردست اور ختم کرنے والی چکی نے انہیں پیسا۔ وہ گرد و غبار کی طرح اڑیں۔ اور آخر بے نام و بے نشان ہو گئیں۔ قومیں پیدا ہوئیں۔ باعروج ہوئیں اور آخر مٹ گئیں۔

دنیا بھول جائے مگر تاریخ محمود جیسے دلیر جنگجو عادل۔ بادین مجسم بہادر انسان کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ درست ہے۔ بلکہ روزمرہ دیکھنے میں آتا ہے۔ اگر ایک شخص قابل ہے خواہ قابلیت کسی قسم کی ہو دوسرے اسپر غمزوں کنایوں کے تیر چلائیں گے طعن و تشنیع سے پامال کرنے کی کوشش کرینگے۔ اسیطرح محمود پر وہ کونسا تیر تھا جو نہ چلایا گیا۔ وہ کونسی بری بات تھی جو نہ کہی گئی۔ ہزار برا بھلا کہیں۔ لاکھوں ہجویں لکھیں۔ مگر چاند پر خاک ڈالنے گویا اپنے منہ پر ڈالنی ہے۔ اسکا ایک عیب دوسری خوبیوں پر ہرگز سبقت نہیں لیجا سکتا۔ کیا یہ الفاظ اسکی دنیاوی اور دینی بخشش کیلئے کافی سے زیادہ نہیں۔ میں بت فروش سے بت شکن کو پسند کرتا ہوں اور خود بھی بت شکن بننا چاہتا ہوں۔

غزنی کی وہ گلیاں جہاں ابھی زیادہ دن نہیں گزرے جشن جمشید و فریدوں منایا جا رہا تھا جہاں جلوس نکل رہے تھے۔ جہاں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ جہاں قہقہوں کی آوازیں بہار کیباد کی دلکش صدائیں آ رہی تھیں۔ جہاں دو دو روپے فی غلام بک رہا تھا۔ آج ان گلیوں پر عجیب کیفیت طاری ہے۔ دلوں کے بھید خدا واقف ہے مگر مخفی رازدل سے

وہی آشنا ہے ہاں البتہ چہروں سے استقلال مگر افسردگی برس رہی ہے۔ پژمردگی کی دلیل انکی آنسو بھری آنکھیں۔ رنج کے آثار انکے بہتے آنسو۔ حزن وملال کا ثبوت انکا عزیزوں سے بغلگیر ہونا ظاہر کرتا ہے کہ وہی کسی ایسی جگہ جارہے ہیں۔ یا انہیں کوئی ایسی مہم درپیش ہونیوالی ہے جہاں انہیں اپنی جانوں کا خطرہ دوبارہ نہ ملنے کا اندیشہ ہے۔

سلطان کی طبیعت کو جانیوالے شاعروں نے۔ منہ لگے امیروں نے سومنات کی قیمت۔ سومنات کی بناوٹ کی تعریف کی۔ نرالے طریقے برتے۔ اور آخرانیے اکسانے میں کامیاب ہوگئے ابھی ایک سال ہی گذرا تھا۔ کہ سلطانی حکم دوبارہ کو آج اور جان لڑا لنے دشمن پر فتح پانے۔ اپنے عزیز واقارب۔ ننھے بچے۔ بوڑھی ماؤں جواں بیویوں کے چھوٹنے کا ہوا سب نے سر تسلیم خم کیا۔ تیاریاں ہونی شروع ہوگئیں ہر ایک سپاہی۔ غزنی کا ہر ایک باشندہ مرنے مارنے کو تیار ہوگیا۔ اسلام کے شیدائی۔ دین پر فدا ہو جانیوالے۔ اپنے پیارے رسول کے پیارے فدائی دنیاوی لذات سے یکلخت ہاتھ کھینچکر۔ سب کو خدا اور اسکے رسول یا انکو انکی قسمت پر چھوڑ کر دور دراز کے سفر کے لیئے کمربستہ ہوگئے۔ اور یہ شام انکی آخری شام انکے وطن میں رہنے کی آخری شام۔ عزیزوں وپیاروں سے مل کر بیٹھنے کی آخری شام تھی اور آنیوالی صبح انکے کوچ کی پہلی صبح وطن پیارے وطن سے جدا ہونے کی پہلی صبح۔ دین اور دنیا کیلیئے سر دینے کی پہلی صبح تھی۔

غزنی کی شاہی مسجد میں آج سر شام ہی لوگ جوق در جوق آرہے ہیں۔ گردہ کے گردہ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے گونیں باہیں لٹکائے۔ ہنستے کھیلتے۔ لطیفے اور مزاق کی باتیں کرتے۔ ہنسی کی شکل بناتے۔ اپنے دلی جذبات پر پردہ ڈالتے آرہے ہیں اور سلطان کا ایک بیقراری سے مضطربانہ حالت سے انتظار کررہے ہیں ادھر ادھر ٹہلتے ہیں وقت کو گذارنے کی بہتریں کوشش کرتے ہیں۔ دعائیں مانگتے ہیں وقت ہے کہ گذرنے میں نہیں آتا۔ ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے جو کٹنے میں نہیں آتی۔

عشاء کی نماز کیوقت سلطان محمود اپنے مصاحبوں۔ ملک کے سرداروں۔ فوج کے سپہ سالاروں وزیروں سمیت مسجد میں آیا۔ ایک شان شہنشاہی سے نہیں۔ ایک

شان گدائی سے ۔ کمخواب اور زربفت کی پوشاک میں نہیں پیوندوں والے کمبل میں لپٹے ہوئے آیا ۔ اسوقت اس کے دل کی کیفیت عجیب تھی خود اس کی کیفیت عجیب تھی ۔ لوگ ۔ اسکی رعایا اسکی یہ عجیب حالت دیکھکر حیران ہوئے مگر انکی حیرانی دیر پا نہ تھی ۔ انہیں کیا عجیب منظر دکھائی دیا ۔ اس شان گدائی کی تعبیر انہوں نے عجیب نکالی ۔ انکی آنکھوں میں آنسو تھے ۔ انہیں ان آنسوؤں کی تاریکی اور روانی میں ایک پرانا ۔ بہت پرانا نہیں ۔ صرف پانچسو برس کا واقعہ دکھائی دیا نبی کے پیارے جب اسلام کے لئے جہاد کرتے ۔ جب دین کے لیے جان دینے کو تیار ہوتے تو انکی وہی حالت ہوتی جو اسوقت ان کے اس سلطان کی تھی جس کے خزانے سونے چاندی سے معمور تھے جس کے محل دنیاوی نعمت سے پر تھے ۔ جبکا خود دل دنیاوی لذات سے لبریز تھا ۔ "اللہ اکبر" کی نئی روح پھونکنے والی بے دینوں کے دل ہلا دینے والی ۔ ایمانداروں کو تقویت اور طاقت بخشنے والی آواز مسجد کے ہر گوشہ سے ۔ بھی مسجد کے گنبد ۔ مسجد کے در و دیوار ۔ مسجد کی چاردیواری سے ٹکرائی اور گنبد کی آواز کی طرح ۔ ایک سیل رواں کیطرح ایک طوفان عظیم کیطرح غزنی کے گلی کوچوں میں ۔ غزنی کے ہر برنا و پیر کے دل میں ۔ غزنی کی مضبوط چاردیواری میں گونجی ۔ اسلام اور وہ اسلام جسکے پیرو آجتک ضرب المثل ۔ ہمارا اسلام نہیں ہمارے آباؤ اجداد کا اسلام ۔ آجکل کا اسلام نہیں ۔ پرانا اسلام ناز و نعمت میں پلا ہوا اسلام نہیں ۔ فاقوں مصیبتوں ۔ تکلیفوں میں پلا ہوا اسلام غزنی کے اسلام پرست لوگوں کے دلوں میں سیماب وار تڑپنے بیقرار ہونے لگا ۔ ایک "تازہ روح" بخشنے لگا ۔ ایک ہمت بندھانے لگا ۔ اب غزنوی باشندے ایک بیخودانہ انداز سے ۔ ایک مہوشانہ کیفیت سے جھوم رہے تھے اب انکے دل انکے رجحان دنیاوی باتوں سے دور اور پاک تھے ۔ اب وہ اپنے دین پر ۔ اپنے حکمران پر فدا ہونیکو تیار تھے ۔

کہاں ہیں وہ مسلمان کہلانیوالے کہاں ہیں وہ دین نبوی پر جان دینوالے کہاں ہیں وہ شہادت کے شوق میں گھر ۔ سر ۔ اور لٹوا دینے والے ۔ یہ تھے وہ لوگ

جنہوں نے سینوں سے لگاکر۔ آغوش میں چھپاکر گلے کٹواکر۔ گھروں کو لٹواکر ہزاروں اذیتیں اور مصائب اٹھاکر اس اسلام کو ہندوستان تک پہنچایا۔ یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے ریتیلے میدانوں کو پاپیادہ طے کرکے۔ دشوار گذار گھاٹیوں کو عبور کرکے۔ بھوکے اور پیاسے رہکر۔ گرمی سردی کی شدت برداشت کرکے اس پیاری اور مقدس ذات کی پیاری اور مقدس امانت کو ہم تک پہنچایا۔

مؤذن سے خدا کی وحدانیت اور اسکے رسول کے برحق نبی ہونیکا اعلان کیا۔ اب ہر طرف خاموشی تھی۔ ایک ہو کا عالم تھا۔ ہر ایک مؤدب اذان کو سن رہا تھا۔ تھوڑے سے وقفے کے بعد یہ خاموشی کلمے کی گونج سے ٹوٹی۔ اور پھر بادشاہ اور گدا ایک صف پر کھڑے ہوگئے۔ اس مالک حقیقی کی بارگاہ میں سربسجود اپنی بے کسی ظاہر کرنے۔ اس سے ہر وقت رحم اور کرم کے خواستگار۔

عشار کی نماز کے بعد سلطان ممبر پر کھڑا ہوا۔ تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اور پھر ایک عاجزانہ طریق سے دعائیں مل گئیں۔ ہر ایک کا دل دھڑک رہا تھا۔ یہ دھڑکن خوف کی وجہ سے نہ تھی۔ وہ محفوظ تھے۔ اور خاصکر اسوقت ایک محفوظ جگہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر یہ دھڑکن ایک اس خوف کا نتیجہ تھی۔ اس ڈر اس خطر کا حاصل تھی۔ جو ہر ایک مسلمان کے دلمیں خدا کرے پیدا ہو جس سے ہر ایک مسلمان کہلانیوالا بہرہ اندوز ہو جس کی لذت سے ہر ایک ایمان دار آشنا ہو۔

سلطان نے پہلے قرآن پاک کی آیات پڑھیں۔ خدا کی حمد و ثنا اور نعت نبی کے بعد کہنے لگا۔ دین اسلام کے جانفروشو۔ یہ میرا پہلا موقعہ نہیں۔ کہ تمہاری صداقت کا ثبوت لے رہا ہوں۔ ایک دفعہ نہیں سو دو دفعہ نہیں دس مرتبہ میں نے تمہیں پرکھا۔ کسوٹی پر کھرا پایا تم نے بحثیت ایک مسلمان ہونے کے۔ کلمہ گو اور جھوٹ سچ میں تمیز کرنے والے کے وہ وہ کام کئے۔ جو تمہارے بزرگ کرتے آئے۔ ایسی جان بازیاں دکھائیں جو تمہاری آباؤ اجداد دکھاتے آئے معافی چاہتا ہوں اسلئے کہ ابھی ایک سال بھی نہیں ہوا کہ ہم ہندوستان کی سرزمیں سے لوٹ رہے ہیں۔ اور آج پھر دیں انہیں سبزہ زاروں میں

انہیں مرغزاروں میں۔ انہیں سرسبز گہاٹیوں اور وادیوں میں۔ انہیں گہلے سونا اگلنے والے میدانوں میں جانیکو طیار کر رہا ہوں۔ میرے پاس سب کچھ ہے دولت حشمت قسمت کا میں مالک مگر وہ دولت وہ حشمت جو دین کے دشمنوں۔ اسلام کے نام لیواؤں کے حریفوں کے قبضے میں ہے۔ میری اس مال و دولت سے کہیں بڑہ چڑہ کر ہے ان تمام باتوں کے علاوہ ایک ایسا واقعہ جسے تم تمہاری محبت تمہاری غیرت سن کر کبھی تمہیں آرام سے بند لینے نہ دیگی۔ جسے سنکر تمہارا مسلمان دل کبھی نچلا نہ بیٹھ سکے گا۔ یہ ہے ایک سوداگر۔ غزنی کا سوداگر۔ تمہارے میں سے کسی کا رشتہ دار۔ اور بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے تمہارا بہائی جو پچھلے حملے میں میرے ساتھ گیا تہا۔ دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ انہیں بتاؤ تمہارا ایک ضعیف بہائی تن تنہا بہائی مصیبتیں اور اذیتیں اٹھاکر مر جائے اور تم۔ ایک توانا تنومند جوان۔ ایک جری بہادر سنو اور خاموش رہو۔

اب سلطان کی آواز ایک غیض وغضب الود تھی۔ اسکی آنکھوں میں خون اتر آیا تہا اس کا رواں رواں غیرت اور ندامت سے کھڑا ہو گیا تہا۔ وہ ایک غضبناک نگاہوں سے دیکھ رہا تہا۔

"بولو۔ کہو۔ کیا ایک بیگناہ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے تیار ہو؟ کیا ایک مسلمان کے محض اس لئے کہ وہ مسلمان تہا۔ محض اسلیئے کہ وہ دین اسلام کا پیرو تہا اور بت شکن تہا ناجائز قتل ہو جانیکا عوض لوگے؟ کیا اپنے ہموطن کے بال بچوں کی آہوں سے کانپکر۔ ایک بیوہ۔ ایک یتیم۔ ایک دردمند ان کی التجاؤں کو سنکر خاموش پتھر بنے رہوگے؟

ایک بادشاہ۔ محمود جیسا بادشاہ۔ اپنا آرام۔ اپنا چین ایک مسلمان کے لئے کہونے کو تیار ہے کیا تم اسکا ساتھ دوگے؟ کیا تم اسکا ہاتھ بٹاؤ گے۔ کیا تم اس کے پا برکاب ہوکر مدد کروگے؟" "ایک ہاں" تہی جو سنائی دی اور پہر تمام تلواریں۔ چہوٹے بڑے بیچ بے نیام ہوکر رات کی سیاہی مگر مسجد کے صحن والے چراغ کی روشنی میں چمکی۔ شہادت کی خوشی سے لبریز دل۔ دین پر فدا ہو جانیوالے نشے سے مخمور دل

ایک اشتیاق سے کانپتے ایک شوق سے دھڑکے۔ اللہ اکبرؔ کا پرجوش نعرہ تمام
کانپتی ہوئی زبانوں۔ بیخود ہوئے ہوئے گلوں سے نکلا اور پھر بادشاہ اور اسکی
جان فروش ہستیاں خدا کے حضور میں برکت اور طاقت کیلئے سربسجود ہوئیں۔ سلطان
خدا کے حضور میں گڑگڑایا۔

وہ آسمانی رحمتیں ہمیں کیوں میسر ہوتیں ÷ وہ آسمانی طاقتیں انکی کیوں مدد نہ کرتیں۔

وہ آسمانی رحمتیں انپر کیوں نازل نہ ہوتیں۔ جب کہ اسوقت ایک بیوہ اپنے جوان بیٹے
کو لئے ہوئے سلطان کے پاس آتی ہے اور کہتی ہے "اے خدا کا سایہ ہو تجھ پر اے سلطان
جو تو اپنے ایک غریب سوداگر ایک غریب ہموطن۔ ایک غریب رعایا کیلئے جان جوکھوں
میں ڈال رہا ہے۔ لے میرا جوان میری تمام عمر کی پونجی۔ میری بیس برس کی کمائی نے مجھ
بیکس۔ دکھیا۔ بیوہ کا سہارا۔ لے میں تجھے نہیں سونپتی۔ اس کی جان۔ اس کی جوانی
اسلام اور اسلام کے پیروؤں پر قربان کرتی ہوں" سلطان خدا کی رحمتوں کا مجسمی
طور پہ نزول دیکھ کر "سبحان اللہ" کہہ اٹھا۔ اب اس کا رواں رواں زبان تھا جو خدا
کی نعمتوں کا شکریہ ادا کر رہا تھا۔ مگر قاصر تھا۔ یہ کمی تھی جو وہ اپنے آپ میں محسوس کر رہا تھا

(۴)

ہندوستان کے رہنے والے اور خاصکر پنجاب کے باشندے سندھ کے ریگستان
سے بخوبی واقف ہیں اسکی تپتی ہوئی ریتلی زمیں۔ اسکی جلتی ہوئی شعلہ زار ملین گرمیوں
میں۔ الامان۔ الامان۔ ایک خدائی قہر۔ ایک آسمانی بلا ہے۔ جدہر نظر اٹھاؤ ریتیلے
میدان۔ ریتیلے ٹیلے سر بفلک چوٹیاں۔ پاؤں رکھو تو گھٹنوں تک اندر۔ پانی کا کوسوں
بلکہ منزلوں تک نام ونشان نہیں۔ اگر پانی پاس بھی ہو تو وہ بھی گرمی کی شدت اور سورج
کی تپش سے سوکھ جائے دوزخ کا نمونہ اور جہنم کی تصویر ہے۔

اسی سرزمیں میں اسی موسم میں آج بلا توقع ایک سوار سرگرداں مارا مارا پھرتا دکھائی
دے رہا ہے۔ دسکے ہونٹھ سوکھے ہوئے ہیں اس کی زبان کانٹہ ہو رہی ہے۔
وہ کبھی اپنے گھوڑے کو ایڑ مارتا ہے۔ گھوڑا باوجودیکہ پیاسا ہے لیکن ہوا ہو رہا ہے

مگراپنے مالک کا پھر بھی حکم اپنی ہمت کے مطابق مان رہا ہے۔ سوار جاتا جاتا پھر رک جاتا ہے۔ ادہر ادہر دیکھتا ہے۔ چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر۔

کسی قدر مایوسی کی ملی جلی نگاہیں ہر طرف دوڑاتا ہے۔ جسطرف نظر جاتی ہے جس طرف دیکھتا ہے ریتیلے ٹیلے تپتی ہوئی زمین۔ جلتا ہوا۔ جلاتا ہوا سورج دکھائی دیتا ہے۔ اس کے حسرتمند دلسے ایک پرحسرت ناامیدی اور مایوسی سے پر آہ نکلتی ہے۔ دل ہی دلمیں کہتا ہے۔ "خدایا۔ میری موت اسیطرح لکھی ہوئی تھی۔ میری زندگی کا خاتمہ اسیطرح ہونیوالا تھا۔ یہاں تو کوئی ایسا جانور بھی دکھائی نہیں دیتا کوئی مردار خوار غول بیابانی بھی نظر نہیں آتا۔ جو اس رذیل گوشت کے ٹکڑے کو اپنی شکم پری کے لئے، غنیمت سمجھے" پھر دلکو ڈھارس دیتا ہے۔ اور ایکدفعہ پھر قسمت آزمائی کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ اب اس کا گھوڑا بہت نڈھال ہوگیا ہے۔ اس کے نتھنوں سے جھاگ چھوٹ رہی ہے وہ ہانپ رہا ہے مالک کی بیقراری دیکھ کر اور زیادہ بیقرار ہو رہا ہے۔ سوار، گھوڑے سے اپنی زبان میں یا شاید کسی پیار کی زبان میں چند محبت آمیز کلمات کہتا ہو اور پیادہ ہو جاتا ہے۔ ابھی دو چار قدم ہی نکل گیا ہوگا کہ اسی تپتی ہوئی زمین پر گر پڑتا ہو ہمت کرکے پھر اٹھتا ہے۔ پیاس کی زیادتی حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ ابھی یہ اچھی طرح اپنے پیروں پر کھڑا بھی نہ ہوا تھا۔ کہ گھوڑا گرا۔ گر کر تڑپا۔ اور پھر ٹھنڈا ہوگیا۔ سوار نے اسکی، طرف نہایت دردمندانہ نظروں سے دیکھا۔ ایک ٹھنڈی سانس بھری اور پھر قسمت اور اس میدان سے برسرپیکار ہونے کے لئے مستعد ہوگیا۔ چند قدم اور چلا ہوگا۔ کہ داہنی طرف ایک دریا ایک رواں پانی کا بڑا سا قطعہ دکھائی دیا۔ اس کی باچھیں کھل گئیں۔ اس کے تر مردہ اور سوکھے ہونٹوں پر دوبارہ ہنسی نمودار ہوئی۔ اس کی باہیں بے اختیار اسطرف پھیل گئیں اسکے تھکے ہوئے بے طاقت پاؤں اسیطرف چلنے کیلئے طیار ہوگئے۔ اسکا مایوس و ناامید دل اسی طرف سب کو لیجانے کے لئے دوبارہ اسی پہلے جوش میں آکر حکم کریگا جوں توں کرکے وہاں پہنچا۔ مگر وہ سراب تھا۔ آہ وہ آنکھوں نے دھوکا دیا تھا وہ وہم تھا وہ اندرونی جذبات کی تصویر تھی وہ ایک خواب تھا ایک خواب پریشان تھا

وہ ایک ایسا خواب تھا۔ جکی تعبیر تباہی مصیبت اور تکلیف ہو۔

ایک اس گلاب کے پھول کی طرح جو گلزار سے توڑ کر کنکوں پتھروں پر پھینکا جائے۔ گرا ایک اس ہیرے کی طرح جو کسی شاہی محل سے لاکر خراب جگہ پھینکا گیا ہو بے حس و حرکت منہ کے بل آرہا۔ مگر ایک اس پرندہ کی طرح جو زخمی ہوکر سنبھلنے کی ناکام کوشش کرتا ہی سنبھلا بے سود بے فائدہ اسکی ہر کوشش لا حاصل ثابت ہوئی۔ اور آخر اس جلتی ہوئی زمین پر اس ریت کے لیے اس تپتے ہوئے سورج کی تپش میں اس کی شدت وحرارت کیلئے ایک لقمہ بنکر بیہوش ہوگیا۔

وہ قدرت جو ہزاروں ناموں سے موسوم ہے جسے چاہے بچاتی ہے موت کے منہ سے شیر کے پنجے سے خونخواروں کے چنگل سے جلتی ہوئی آگ سے صاف نکالتی ہے اپنی قدرت کا اپنی طاقت کا اپنی صداقت کا ثبوت بھولے بھٹکوں کو۔ گمراہوں کو۔ بے ایمانوں کو دیتی ہے جس طرح اسنے ابراہیمؑ پر آگ گلزار کی تھی جس طرح اسنے موسےٰ العدکو دریائے نیل سے نکالا تھا۔ جس طرح اسنے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ دوبارہ دنیا میں لاکر زندگی بخشی تھی۔ اسی طرح اس غریب الوطن۔ لاچار بے یار و غمگسار کو اس جلتی ہوئی تپتی ہوئی ریت سے بچایا۔

جوان کو بیہوش ہوئے ابھی یونہی تھوڑی سے دیر ہی ہوئی ہوگی۔ کہ چند سواروں کا اس طرف سے گذر ہوا۔ انہوں نے دور کچھ چمکتی ہوئی چیز دیکھی یہ اسکی فوجی وردی تھی جو چمک رہی تھی۔ جب سوار قریب آئے۔ تو انہوں نے ایک انسان کو۔ ایک سرو قد خوبصورت جوان کو اوندھے منہ جلتی ہوئی زمیں پر پایا۔ گھوڑوں سے اکدم اترے جوان کی نبض اور دل کی دھڑکن درست تھی۔ پانی کے چند قطروں نے اعجاز مسیحائی کا کام کیا جوان نے جسم کو حرکت دی۔

وہ سوار اسی سرزمیں کے رہنے والے تھے۔ انہیں ٹیلوں میں۔ انہیں بھونکنے والی۔ انہیں جسم کو جھلسنے والی ہواؤں میں پلے تھے۔ انکے مکان جھونپڑیاں نہیں۔ جنہیں شاید وہ آرام اور چین محسوس کرتے ہوں مگر بظاہر آرام وہ نہیں جوان کو

اٹھا کر وہ سواروں میں بیگئے۔ ایک بنی نوع انسان کو بے یار و مددگار دیکھکر وہ رگ وہ جوش یا وہ خون جو پیدا کرنیوالے نے ایسے موقعہ کیلئے عطا فرمایا۔ وہ حمیت، جو ایک ابن آدم کو دیکھکر جبکہ وہ انسانی ہمدردی کا مستحق ہو پیدا ہو جاتی ہے ان سواروں سے ڈرتے ڈرتے اس لیئے کہ ایک وہ غیر النسل اجنبی مسافر تھا مگر دل کو ڈھارس دیتے ہوئے اسلئے کہ وہ آخر انسان تھا اس کو اپنے رہنے کے مکانوں تک جوان کیلئے محل سے بڑھکر تھے پہنچایا۔

جوان نے چند ساعتوں کے بعد آنکھیں کھول دیں۔ اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان ٹیلوں کے عوض جھونپڑی کی دیواریں نظر آئیں۔ جب جلتی ہوئی ریت کے بدلے پتوں اور درختوں کی چھال محسوس کی۔ جب تنہائی اور بےکسی کی جگہ ایک جنگلی لڑکی مگر حسینہ کو سامنے کھڑا پایا اس نے خیال کیا کہ یہ بھی سراب ہے یا خواب ہے۔ آنکھیں ملیں۔ بند کیں پھر کھولیں مگر وہی منظر دکھائی دیا اسکی یہ بےچینی دیکھ کر لڑکی نے اشاروں سے خاموش اور لیٹے رہنے کو کہا۔

جنگلیوں کے رواج کے مطابق سات دن تک جوان انکا مہمان رہا۔ اتنے عرصہ میں وہ اپنی خداداد ذہانت یا اپنی قابلیت سے انکی اجنبی زبان کا ماہر ہو گیا اگر ہر ایک بات پوری اور مکمل طور پر کر نہ سکتا تو سمجھ ضرور لیتا وہی حسینا اور وہی جھونپڑی اس کی غمگسار رہیں پہلے سے زیادہ وہ لڑکی اسکی خدمت کرتی۔ ایک خط تھا جو وہ اس کے کام کاج کرنے اٹھاتی ایک نامعلوم مسرت تھی جو اسے محسوس ہوتی۔ جوان اسے اٹھتے بیٹھے۔ چلتے پھرتے۔ رکھ دھر کرتے دیکھتا۔ اس کی ہر حرکت ہر جنبش ہر لغزش نہ جھپکنے والی آنکھوں سے گھڑیوں دیکھتا رہتا۔

خوشی کے دن جاتے معلوم نہیں دیتے۔ آرام و چین کی گھڑیاں جلد بہت جلد کٹ جاتی ہیں۔ یہ سات دنوں کا قلیل عرصہ ہنسی خوشی جیسا بھی گذرا گذر گیا صبح کا وقت تھا۔ ابھی سورج اچھی طرح نہ نکلا تھا۔ جوان اس جھونپڑی میں رہتے رہتے اکتا سا گیا۔ ہر وقت وہیں بیٹھے رہنے سے سست و کاہل سا ہوگیا تھا۔

جھونپڑی سے باہر نکلا۔ وہ مسلح تھا۔ ہر وقت مسلح رہتا تھا جھونپڑی سے باہر والی دنیا کو دیکھ کر محفوظ ہوا۔ ٹہلتے ٹہلتے ساتھ والی جھونپڑی تک جو کوئی پچاس گز کے فاصلے پر تھی چلا گیا وہی تپتی زمیں اتنے دنوں کے بعد اچھی معلوم ہوئی اس کی خوشی بہت قلیل عرصے کے لئے تھی۔ صرف چند لمحوں کے لیے تھی دور ایک گرد اٹھی جوان نے پہلے تو ریگستانی اور صحرائی ہوا خیال کیا۔ مگر وہ گرد بڑھتی گئی اور نزدیک آتی گئی جوان کے دل میں امیدوں کے طوفان اٹھے۔ امید وبیم کی کشمکش شروع ہوئی۔ کسی دل خوش کن خیال کی لہریں موجیں مارنے لگیں جوان آگے بڑھا۔ چند قدم چلا تھا۔ کہ ٹھٹکا۔ کسی دل ہلادینے والے وہم نے اس کا غمزدہ مگر بشاش دل ہلادیا۔ اسکی دور بیں نظر اور طبیعت نے سب کچھ جان لیا۔ بھاگ کر جھونپڑی کے پیچھے چھپ گیا۔ گرد دور ہوئی اور کئی سوار ننگی تلواریں لیے نمودار ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز نے جھونپڑیوں کے رہنے والوں کو جھونپڑوں سے باہر نکل آنے پر مجبور کیا۔ ٹڈی دل کی طرح جھونپڑیوں سے نکلے۔ سواروں کا سردار سب سے آگے آیا اپنا تیز نیزہ زمیں پر گاڑ کر کھڑا ہوگیا ان وحشی انسانوں کا سردار دونوں ہاتھ جوڑ کر سربسجود ہوا اس کے سر جھکاتے ہی سب جنگلیوں کے سر جھک گئے یہ علامت تابعداری اور اطاعت کی تھی۔ جوان یہ حالت دیکھکر گھبرایا مگر چھپا کھڑا رہا اپنے آپ کو حتی الامکان محفوظ جگہ پر چھپانے کی کوشش کرنیگا کیونکہ یہ سوار وہ تھی جنکے تعاقب میں آج ایک ہفتہ پیشتر یہ آیا تھا اور اس مصیبت میں گرفتار ہوا تھا یہ اسی فوج کا ایک دستہ تھا جسے شکست دیکر یہ خود شکست خوردہ ہوگیا تھا۔

اس کی بے وقت چھپنے کی کوشش کو کسی سوار نے دیکھ لیا ایک بجلی کی طرح ایک تیز چھری کی طرح۔ ایک زبردست سمندری لہر کی طرح تمام سوار اسپر آپڑے جوان نے جھونپڑی کی دیوار سے پشت کو سہارا دیا۔ اور تلوار ہاتھ میں لیکر مقابلہ کرنیگا جوانمردی سے مقابلہ کیا۔ مردانگی کا ثبوت دیا تلوار کے جوہر دکھائے مگر یہ آخر پیادہ تھا۔ تنہا تھا۔ اور وہ سوار تھے۔ زیادہ تھے۔ ایک سوار نے بڑھ کر جوان

کے داہنے بازو پر تلوار کا وار کیا جب شیر زخمی ہو جاتا ہے تو پہلے سے زیادہ
خونخوار اور تیز دست بن جاتا ہے جب کسی بہادر کو موت کا سامنا کرنا پڑتا ہی
یا جب اسے موت ہی انجام دکھائی دیتی ہے تو وہ پہلے سے زیادہ ہاتھ پاؤں
مارتا اور داد شجاعت دیتا ہی - یہی حالت اسوقت جوان کی تھی - تلوار کے وار نے
اسکے ہاتھ کو سست نہ کیا بلکہ زیادہ طاقتور بنایا سمند شوق کو اک اور تازیانہ کا کام
ہوا - اس نے جھنجلا کر غصے میں اللہ اکبر کی صدا بلند کی یہ آواز کیا تھی تلوار سے زیادہ
تیز - نیزے سے زیادہ نوکدار اور دشمن کے آرام و چین اور جمعیت کے پر دل کے چیرنے
اور چھیدنے کیلئے کافی سے زیادہ تھی - جنگلی آدمی جو اس واقعہ کو چھنپا بلکہ عجیب
غریب واقعہ خیال کر رہے تھے - کانپے - انکا ایک اجنبی کو جو انکا مہمان تھا تکلیف
دینے کو جی نہ چاہتا تھا بلکہ وہ اسے کسی قدر برا خیال کر رہے تھے - یکایک اس آواز
کے سنتے ہی جوان پر یکجان ہو کر حملہ آور ہوئے وہ ایک مسلمان کے جو انکے اعتقاد
کے مطابق کافر کا فیح تھا مہمان رہنے سے نادم تھے - جی میں شرمندہ ہو رہے تھے
جنگلی حسینہ یہ تمام واقعہ جھونپڑی کے دروازہ پر کھڑی دور سے دیکھ رہی
تھی اس نے جوان کی مدد کرنا چاہی - مگر بے بس تھی - اور پھر اسے اسکے مسلمان ہونیکا
ثبوت مل گیا تھا - اس کی طبیعت نے تنفر ظاہر کیا اسکے وحشی مگر حسن وار دل نے
لعنت کی اسے اپنی وہ خدمات جو اس نے جوان کے ساتھ کی تھیں یاد آئیں -

ایک حقارت آمیز تبسم اس کے سرخ پتلے ہونٹوں پر آیا - مگر بلجنت یہ تبسم
سنجیدگی سے محبت و قدر آمیز سنجیدگی سے بدل گیا - جوان کو زخمی دیکھ کر اسکا دل ،
محبت بھرا دل - چاہت سے لبریز دل زخمی ہو رہا تھا اسنے ایک درد آلود چیخ ماری
اور بیہوش ہو گئی -

تن تنہا اتنے دشمنوں کے نرغے میں کب تک لڑتا - زخموں سے چور چور ہو
سے شور بور زمیں پر گرا - اور ساتھ ہی کسی اور کو بھی کسی اور کی چیز کو بھی کسی اور کی
امانت کو بھی لے گرا - بظاہر ایک قالب رتیلی - خونی زمین پر تڑپ رہا تھا - مگر دو کو دو جیں

وہ مجنیں، وہ طاقتیں اس کے زخمی اعضا سے۔ خود زخموں سے جلتی ہوئی ریت کو ہٹا رہی تھیں۔

دشمنوں نے جواں کو زخمی کرنے پر ہی بس نہ کی۔ اس کے سسکنے تڑپنے پر ہی اکتفا نہ کی ایک بے زین کے گھوڑے پر رسیوں سے اس نازنین کے پلے مگر جری بہادر کو باندھا۔ لیکن نہیں جلتے ہوئے ریتلے ٹیلوں کی آڑ میں سراب کی طرح چشم پوش ہو گئے

(۳)

وہ کون سے بہادر تھے جو بزدل نہ بنے۔ وہ کون سے شیر دل تھے جو نہ ڈرے۔ وہ کون سے راجہ تھے جو عیش و عشرت نہ بھولے۔ روتے بچوں کو چپ کرنیکا بہترین طریقہ۔ شریر لڑکوں کو شرارتوں سے باز رکھنے کا عمدہ آلہ۔ چوروں۔ راہزنوں۔ ڈاکوؤں کی جان خشک کرنیکا سب سے اعلیٰ آلہ۔ محمود کا حملہ۔ محمود کے غازی جوانوں کے گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور آواز۔ خود محمود کا نام تھا۔ وہ گنجان آباد شہر جہاں کھوے سے کھوا چھلتا۔ وہ آباد شہروں کے آباد۔ انسانوں سے اٹے ہوئے بازار جہاں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی سنسان پڑے ہیں۔ قہقہوں اور رنگ رلیوں کی بجائے شور و پکار کی دلخراش آوازیں ہر طرف آرہی ہیں۔ سریلے اور دل خوشکن نغموں کی بجائے آہ و شیون کی صدائیں گونج رہی ہیں وہ مندر اور شوالے وہ عبادت گاہیں اور پاٹ شالے جہاں گھنٹے بجتے بھجن شیر لوک اور گیت گائے جاتے۔ آج ویران پڑے ہیں۔

سومنات کا عظیم الشان مندر اپنی پوری شان و شوکت سے گنگا جیسے دریا دریا پر لیشان دکھار ہا ہے۔ شوجی کی مورتی جواہر نگار مورتی خالص سونے کی بنی ہوئی مورتی مندر کے قلب میں کھڑی ہے ایک شان بیکسی کیسا تھ۔ ایک کس مپرسی کی حالت میں کھڑی ہے۔ پجاری۔ عقیدتمند پجاری اس کے پیروں میں لوٹ رہے ہیں منتیں مان رہے ہیں۔ ملیچھ مسلمانوں کے ناپاک ہاتھوں ملیچھ مسلمانوں کے ناپاک جسموں سے محفوظ رہنے کیلئے گڑگڑا رہے ہیں وہ مندر کی کنواری لڑکیاں جنہیں کیا غریب کیا امیر کیا رعایا کیا پرجا کی عزتیں شامل ہیں معصوم ہاتھوں کو جوڑ کر مورتی

کے سامنے دوزانو بیٹھی ہیں۔ اپنی اپنے بزرگوں کی۔ اپنے آباؤ اجداد کی عزتوں کو دشمنوں
سے۔ خون کے پیاسے دشمنوں سے برقرار رکھنے کیلئے دعائیں مانگ رہی تھیں۔ ان
کے خیال میں وحشی سرحدی مسلمان۔ جنگجو مسلمان بےرحم مسلمان آتے ہوں گے ہر ایک
شے کو پامال کرتے ہوئے آتے ہوں گے۔ اور ان کی اس مقدس ہستی کو اس بیش بہا
مورتی کو جو انکے لئے جان سے زیادہ عزیز۔ ایمان سے زیادہ بہترین شے۔ عزت
سے زیادہ قیمتی ہے توڑ دیں گے۔ آہ۔ مسمار کر دیں گے۔

مندر کا سب سے بڑا اور بزرگ پجاری سجدے سے سر اٹھاتا ہے۔ سب کے دل دھڑکنے لگ
جاتے ہیں سب نیچی مگر مودب نظروں سے پجاری کو دیکھتے ہیں اس غمگیں چہرہ پر پژمردہ
چہرہ پر حد سے زیادہ سنجیدہ چہرے پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ دل ہی دل میں کانپ اٹھتے
ہیں۔ پجاری نہایت اضطراب اور بےچینی کی حالت میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ ایک چیخدار آواز
میں جو ایک زخمی درندے کی چیخ سے مشابہت رکھتی ہے کہتا ہے "میرے بےکس بچو۔
میری پاکباز بےہمت بچیو مت ڈرو رحم کا دیوتا تمہارے سر پر اپنے رحم کا چھتر لگائے
کھڑا ہے۔ امن کی دیوی اپنے نازک ہاتھوں سے تم پر پھول برسا رہی ہے۔ یہ ظالم تمہاری
دیوتاؤں کے عذاب میں پھنسینگے۔ اس سے پیشتر کہ انکا ناپاک قدم تمہارے در و دیوار
تک پہنچے یا انکی بےغیرت آنکھیں تمہیں دیکھیں۔ یا انکا بےدین ہاتھ تمہارے جسم کو چھوئے
یہ جلکر خاک سیاہ ہو جائیں گے۔ یا پتھروں کی شکل میں تمہاری ٹھوکروں میں پڑے ہونگے"

ایک مسرت کی جھلک۔ ایک خوشی کا آثار۔ ایک شادمی کا نشان انکے کملائے
ہوئے پھولوں جیسے چہروں سے ظاہر ہوا۔ انہوں نے اطمینان کے سانس لئے۔ وہ
دگدا جو اس سے پیشتر انکو لگا ہوا تھا۔ وہ ڈر جو اس سے پہلے انکے نازک دلوں کو وہمی
تصویریں بنکر ڈرا رہا تھا۔

دور جنگی طبلوں کی آواز سنائی دی جنگی باجے اپنی پرہیبت مگر دل کو بڑھانیوالی
سریلی مگر خون خشک کرنیوالی آواز دے رہے تھے مندر کی دلیر اور نازنین یہ آواز سنکر

کانپنے - پجاری جس نے ابھی چند منٹ پہلے لاف زنی کی تھی بھی کانپا - بید کی طرح کانپا خوش اعتقاد کا اعتقاد ڈر سے ضعیف بلکہ کسی قدر جاتا رہا - اسنے اپنے تمام پروں - شاگردوں کو سونے چاندی سے تھیلیاں بھر نیکو کہا - خود ایک سونے کا ڈلا لیکر اسکے آگے بڑھا - اور دروازے پر سلطان محمود کی آمد کا انتظار کرنے لگا - سورما بہادر راجپوت اسکی یہ حرکت دیکھکر پیچ وتاب کھانے لگے - مگر کچھ نہ کر سکے - ان کے خیال میں اس کے حکم سے سرتابی کرنا - اسکی "ہاں" کو "نہ" سے بدلنا گویا جہنم میں گرنا ایک ذلیل ترین جون میں تبدیل ہونا تھا -

فوج بجائے اس کے کہ اسی طرح مار دھاڑ مندر کو لوٹنا شروع کرتی - دروازے کے آگے آکر کھڑی ہو "رام" "رام" کی صدائیں بلند کرنے لگی "شو جی کی جے" کے نعرے مارنے لگی پجاریوں نے یہ آوازیں سنیں - خوشی سے اچھلے - سونا چاندی وہیں پھینک اپنے ہم مذہبوں اپنے عزیز بھائیوں کو ملنے دوڑے - اپنی کم ہمتی اور بزدلی پر شرمندہ ہوئے -

یہ فوج راجپوت راجاؤں کی بھیجی ہوئی فوج تھی یہ فوج سومناتھ کو دشمن سے لڑکر بچانیوالی فوج تھی - مندر کی نازنینوں کے غمگیں دل خوشی سے کھل گئے انکے اداس چہروں پر پھر تازگی آئی - ان کے دلوں کی دھڑکن پھر اصلی حالت پر آگئی

"حضور کی خدمتمیں ایک تحفہ لایا ہے" -

غرور سے "ہمیں کوئی خاص ضرورت نہیں تھی - ہاں البتہ مندر کی خدمت کے لئے" عاجزی سے "مندر کی اور آپکی خدمت کرنا ہمارے لئے باعث فخر ہے - اسلئے کہ یہ مندر آپ کے دم سے ہی آباد ہے -

"یہ کیا کہتے ہو - مندر دیوتاؤں کے رہنے کی پاک جگہ ہے اور میں ایک گنہگار عاجز" خوش اعتقادی سے "ہماری نجات کا ذریعہ - ہماری اگلی جون کی سفارش تمہاری اور صرف تمہاری خدمت اور خوشنودی ہے"

اچھا بابا تمہاری مرضی وہ کونسا تحفہ ہے جسکے دینے کے لئے تم ضد کر رہے ہو

وه اور زرو جواہر ... مندر سے ... [illegible]

(ایک لڑکی پیش کر کے) "دیوتا کی مورتی کو صاف کرنے اور آپکے پاؤں دبانے کیلئے ایک نوکر" لڑکی کو دیکھ کر "ہاں دیوتا ایسی لڑکیوں کے ہاتھوں سے پوجنا جانا پسند کریں گے"۔ ہاتھ جوڑ کر "اسی لیے حضور میں اسے دور دراز ملک سے لایا ہوں۔

"دور دراز ملک سے

"جی ہاں - دور دراز ملک ریگستانی علاقے سے"

"یعنی"

"سندھ کی جلتی ہوئی زمین سے - تپتی ہوئی ریت سے"

مگر یہ سب کچھ کیسے ہوا"

محمود سے شکست کھانے کے بعد میری فوج تتر بتر ہو گئی تھی ایک دستہ اس طرف بھی جا نکلا اس لڑکی کو ایک جھونپڑی کے دروازے پر بیہوش پا کر اٹھا لائے مجھ تک پہنچایا۔ میں نے دین کیلئے جان دینا ٹھانی ہوئی ہے شکست کھا کر بھی پھر دوبارہ محمود کی پیش بندی کو حاضر ہو گیا ہوں اور ساتھ ہی یہ جنگلی نعمت بھی سندھ اور آپ کی خدمت کے لیے لیتا آیا ہوں"

یہ تھیں وہ تمام باتیں جو اس فوج کے سردار اور پجاری کی ہوئیں یہ لڑکی وہی جنگلی حسینہ تھی۔ جو جوان کو زخمی ہوتے دیکھ کر بیہوش ہو گئی تھی۔ یہ وہی لڑکی تھی جو ریگستانی باشندوں کا خون۔ ریگستانی باشندوں کی ہڈی تھی۔ فوج کا سردار اتنی باتیں کرنے کے بعد اجازت لیکر چلا گیا اور اب صرف وہ لڑکی اور پجاری دیوتا رہ گئے تھے۔ ان کی زبانیں گو مختلف تھیں۔ مگر پجاری انکی زباں سے واقفیت رکھتا تھا۔ پہلے تو وہ دیر تک اسکی مبہوت بنا دینے والی شکل دیکھتا رہا بنانیوالے کی شان دیکھ دیکھ کر عش عش کرتا تھا کہاں وہ سورج کی تپش سے جلی ہوئی زمین کہاں وہ ریتیلے چٹیل میدان۔ اور کہاں یہ ماہ چہار دم۔ خوبصورتوں کی خوبصورت حسینوں کی حسین لڑکی۔

لڑکی خاموش تھی اس کی آنکھیں زمین پر گڑی ہوئی تھیں وہ ان تمام واقعات

کو جوا جبتک حبدن سے کہ اسنے جوان - ایک دشمن ایماں جواں کی شکل دیکھی تھی ہو رہے تھے یا ہو چکے تھے ایک حیرت سے - ایک شان بیخودی سے دیکھ رہی تھی -
ادھر پجاری نے لڑکی کا بازو پکڑا - وہ اس قدر ازخود رفتہ ہو رہی تھی کہ اس کے اس پکڑنے کو محسوس نہ کر سکی - اسنے ذرا جھنجھوڑا - مگر بے سود - وہ سمجھا شاید یہ تمام کارروائی دانستہ ہو رہی ہے - جھلا اٹھا - غصے میں آکر بولا
"لڑکی تو کون ہے"
دیر بعد اپنی پیاری زبان سننے سے لڑکی بھونچکی ہو گئی - دل میں خوش ہوئی کہ شاید اس کا ہم وطن یہاں بھی مل گیا - حیرت سے پجاری کی طرف دیکھنے لگی -
پجاری نے پھر وہی سوال کیا -
لڑکی نے جواب دیا - "لڑکی ہوں اور غریب الوطن ہوں"
پجاری "کس ملک کی رہنے والی اور کونسے مذہب سے تعلق رکھتی ہے -
میرے ملک سے تو آپ واقف ہیں - اور میری ذات کے شاہد میرا لباس میرا پہناوا - میرا رنگ روپ میری چال ڈھال - خود میری شکل ہے"
خوش ہو کر "یعنی تو ہندو ہے -
"ہاں ہندو ہوں اسلیئے کہ میرے والدین ہندو تھے"
"خیر اب تجھے خوش ہونا چاہیئے - کہ تو بزرگ مندر کی خدمت - بزرگ پجاریوں کی خدمتیں کر کے حظ اٹھائیگی"
"ہاں تمہارے مذہب کے عقیدے کے مطابق میں ایک گنا ہوں گو وہ ہونیوالا کام کرنے کے لیئے مجبور ہوئی ہوں"
"یہ تیری خوش قسمتی ہے - وہ سامنے میری کٹیا ہے چل اور آرام کر دیکھ کٹیا سے بہتر آرام مجھے مورتی کے قدموں میں ملیگا -
"مورتی کے قدموں میں تو تمام عمر آرام کریگی تو تھکی ہوئی ہے کٹیا میں میٹھی نیند سو تاکہ تیری تکان دور ہو - اگر تو بیمار پڑ گئی تو پجاری دیوتا کے دل پر یونہی ورم ہو جائیگا

"نہیں میں کبھی بیمار نہیں ہوئی۔ مجھے نہیں رہنے دیں۔ آپ جائیں آپ لڑکیوں سے کیوں کلام کرتے ہیں" غصے سے مگر شرمندہ ہوکر "شاید تجھے معلوم نہیں۔ کہ میں اس مندر کا مالک ہوں کیا مرد کیا عورت سب کے سب میرے مطیع اور تابع ہیں اگر پھر ایسی گستاخی کی تو ایسی جون میں تبدیل کر دوں گا کہ تمام زندگی جوکھوں میں کٹیگی" کانپ کر "نہیں دیوتا میرا مطلب تمہیں رنج پہنچانا یا حکم نہ ماننا نہیں بلکہ اسلئے شاید میں تمہاری خاطر خواہ خدمت نہ کر سکوں"

پرخوش ہوکر "نہیں میں تمہارے جیسی خوبصورت اور نازنین لڑکی سے سخت مشقت نہیں لیا کرتا تم وہ کام کرنا جو تمہارا جی چاہے۔ البتہ ایک بات ہے (کان کے پاس منہ لیجاکر) تمام عمر عیش و عشرت میں گذریگی۔ لڑکی یہ بیہودہ بات اور پھر پیرفرتوت پجاری کی زبان سے سنکر ایک حقارت آمیز غصے سے کانپ اٹھی مگر کچھ سوچکر خاموش ہوگئی اسے اسکے مذہب کی پرانی روائتیں یاد تھیں وہ کسی مصیبت میں پھنسنا نہ چاہتی تھی۔ اسلئے کہ اس کا خیال تھا " پجاریوں اور مذہبی مہنتوں کا ایک ادنی اشارہ ذلیل ترین شکل میں بدل سکتا ہے انہیں ناراض کرنا خود آگ میں گرنا ہے۔ بوڑھا پجاری شہوت پرست پجاری لڑکی کو فریب کے جال میں پھنسا دیکھکر خوش ہوا۔ اس کا تیر نشانے پر لگا۔ اس کا جادو چل گیا۔

صاف شفاف میٹھے پانی کے چشمے جابجا۔ آبشاریں۔ آوازیں لگاتی ہوئی، آبشاریں ہر جگہ۔

خونخوار درندے۔ نازک خوشگلو طیور۔ تیز رفتار کلیلیں کرنیوالے حیوان خوشنما چمکیلے جانور۔ جس طرف دیکھو۔ جدھر نظر اٹھاؤ۔ شان خدا نظر آتی ہے۔

(۱۸) قدرت نے اگر ہندوستان میں جہنم نماز میں بنائی ہے تو اس کے مقابلے میں جنت نشان یا فردوس سمان حطے بھی بنایا ہے۔ اگر ریگستان اور جنگل بنائے ہیں تو سرسبز مرغزاریں بھی بنائی ہیں۔ اگر چٹیل میدان بنائے۔ تو دشوار گذار سر بفلک پہاڑ بھی بنائے ہیں۔

وسط ہند کا کوہستانی علاقہ دشوار گذار کہلایا بھی جاسکتا ہے اور نہیں بھی البتہ آب و ہوا کے لحاظ سے ایک خوشگوار علاقہ ہے ایک فرحت بخش خطہ ہے کہیں سرسبز و شاداب میدان ہیں اور کہیں اونچے اونچے سفید چوٹیوں والے پہاڑ کہیں وادیاں ہیں اور کہیں گھاٹیاں ان پہاڑوں میں کوئی پھل۔ کوئی پھول کوئی سبزی غرضکہ نباتات کی قسم سے کوئی ایسی چیز نہیں جو پیدا نہ ہوتی ہو۔

مزید براں ان پہاڑوں میں ہندو جاہل اقوام کے مندر بھی ہیں ہندوستان کی بعض پرانی اور اصلی قومیں انہی پہاڑوں میں پناہ گزیں ہوئی تھیں معدنیات کی خاطر یا کسی اور غرض سے یہ پہاڑ کھودے گئے تو زمانہ سلف کے ہتھیار۔ یادگاریں تراشے ہوئے بت۔ لکھے ہوئے کتبے اور طرح طرح کی چیزیں برآمد ہوئیں۔

یہ مندر بہت دولتمند تھے۔ اور خاصکر ان دنوں میں جبکہ محمود پے در پے حملے کر رہا تھا۔ سونا چاندی۔ ہیرے۔ جواہرات بے انتہا انہی مندروں میں تھے اس دولت کے مالک بڑے بڑے پیٹوں والے۔ بھدے ناخدا ترس بچاری نفس پرست پجاری تھے۔ جو ان مندروں کو محض اپنی وراثت خیال کرتے تھے۔ انکی دو گھڑی کی پوجا یعنی وہ گھڑیاں بجانا۔ مالا جپنا۔ مورتیوں کے آگے سربسجود ہونا اور ہونے کو حکم دینا۔ دھوکہ تھا۔ ان کی شکل زاہدوں کی تھی مگر کرتوت ابلیس سے بڑھکر تھے ان کی لمبی لمبی داڑھیاں عبائیں دوسروں اور خاصکر بھولی کنواری مندری لڑکیوں کیلئے فریب تھیں۔

محمود کے حملے ایسے نہ تھے۔ جنکی خبر اور دھوم محدود رہتی۔ ایک دنیا کو ہلائے ہوئی تھی اور وہی ڈر ان گھاٹیوں کے رہنے والوں کو بھی تھا۔ مگر ان کا خیال تھا کہ وہاں تک محمود نہیں پہنچ سکتا اور اگر پہونچا بھی تو ان پر قابو نہیں پاسکتا وہ بے بس تھے کم ہمت کے مالک تھے بھولے بھٹکے اکیلے دوکیلے مسلمان کو پکڑ لیتے اپنے انتقام اور غصہ کی آگ کو بجھاتے ہر برس کے بعد ان کے یہاں ایک میلا ہوتا جہاں وہ قربانیاں چڑھاتے اور ان قربانیوں پر مسلمان کی قربانی سے بڑھکر کوئی لذ

قربانی نہ ہوتی۔

وہ مسافر جس کے لیئے محمود نے اگلی بار کالے کوسوں کا سفر اختیار کیا تھا۔ جس کیلئے اس نے اتنی تکلفیں برداشت کی تھیں خود اٹھائی اور دوسروں کو اٹھوائی تھیں انہیں کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔

اس کوہستانی علاقے میں ایک مندر جو اس علاقے کے دوسرے مندروں سے بڑا تھا۔ اور جہاں کا پجاری دوسرے پجاریوں کا سردار سمجھا جاتا تھا۔ ایک پہاڑ کی ترائی میں واقع تھا۔ اسکے نزدیک ایک آبشار تھی۔ جہاں یہ لوگ مورتی کو اشنان کراتے اور یہ اشنان ہر سال بکرمی سنہ کے شروع میں میں ہوا کرتا تھا تمام مندروں کے پجاری اور گردو نواح کے ہندو جمع ہوتے چڑھاوے چڑھاتے۔ منتیں مانتے دلی مرادیں برآنے کے لیئے بتوں کے آگے دعائیں مانگتے۔ سر جھکاتے۔ انہیں خوش کرنے کی خاطر اپنی عزیز ترین شے یا بیش قیمت چیز کی قربانیاں کرتے۔ بھجن اور طرح طرح کے گیت گاتے۔ متبرک کنواری لڑکیاں اپنے نازک ہاتھوں سے مورتی کو نہلاتیں صاف کرتیں، پھول پہناتیں۔ گلے سے لگاتیں یہ وحشی لوگ مورتی کے سامنے ناچتے ان کے خیال میں بتوں کی خوشنودی اسی میں تھی۔

ایک بڑی آگ جسکے شعلے آسمان کی خبر لاتے اس موقعہ پر جلاتے اور قربانیاں عام طور پر اسی آگ کا لقمہ بنتیں پہاڑ کی ترائی لوگوں سے اٹ جاتی گرد کے تمام قبیلے جن کے گوناگوں رنگوں کے لباس سے یہ پہاڑی زمین گلزار معلوم دیتی عین طلوع آفتاب کے وقت مورتی کو مندر سے باہر لاتے اس موقعہ پر جتنا گا نا یہ گا سکتے گاتے جتنا ناچ ناچ سکتے ناچتے ایک دھوم کے ساتھ ایک دلی خلوص کے ساتھ ایک پاکیزہ عقیدہ کے ساتھ اس متبرک کام کو سرانجام دیتے پہلے مورتی کو اور پھر بعدازاں خود پھولوں کی مالائیں پہنتے مبارک بادی کی صدائیں بلند کرتے ایک دوسرے سے گلے ملتے۔

اشنان کے بعد یہ جتھے آگ کی طرف جاتے آگ کے سامنے ان کا سردار

پجاری کچھ شر لوک پڑھتا جسے بعض وقت یہ سنکر روتے اور بعض دھوکھل کھلاکر ہنستے اس کے بعد کیا بچہ کیا جوان کیا بوڑھا کیا عورت کیا مرد ہر ایک اس آگ میں لکڑیاں ڈالتا جب آگ اور زیادہ بھڑک اٹھتی تو پھر یہ تمام کے تمام اس آگ کے سامنے جھک جاتے یہ موقعہ ان کے عقیدہ کے مطابق تمام گناہوں کو بخشوانے اور دلی آرزوئیں بر لانے کا تھا چند منٹ یہ اس طرح جھکے رہتے اور پھر وہی مہا پجاری سر اٹھاتا دوسروں کو سیدھے ہونے کا حکم دیتا اس کے بعد وہ قربانیاں جو ہر ایک نے اپنے مقدور کے مطابق دینی ہوتیں اس آگ میں زندہ یا مارکر ڈال دیتے۔

آج پھر میلا ہے وہ ہی سماں وہ ہی منظر جو ہر سال ہوا کرتا آج ہی ہے مورتی کو اشنان دیا جاچکا ہے لوگ آگ کی طرف جارہے ہیں۔ درمیاں میں ایک جوان کو جو جنگلی لباس سے ملبوس ہے کشاں کشاں جکڑے ہوئے لئے جارہے ہیں جوان کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے باندھے ہوئے ہیں اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا ہوا ہے۔

آگ کے پاس پہونچتے ہی جواں کو اوندھے منہ زمیں پر پھینک دیتے ہیں مہا پجاری بھجن گاتا ہے پھر سب کے سب سر جھکا دیتے ہیں مندری لڑکیاں ہر ایک پر پانی چھڑکتی ہیں سجدے سے سر جھکاتے ہے مہا پجاری جوان کی طرف آتا ہے اس کے منہ سے کپڑا نکالتا ہے اس کی زنجیریں کاٹتا ہی جواں تھوڑی دیر بیہوش رہتا ہے۔ پھر آنکھیں کھولدیتا ہی اپنے اردگرد عجیب ہیئت کے انسان دیکھ کر متعجب ہو جاتا ہے۔

مہا پجاری ٹھوکر مارتا ہے اور اٹھنے کو کہتا ہے جواں کی حیرانی یہ عجیب زبان سنکر اور بڑھ جاتی ہی اشارے سے مطلب دریافت کرتا ہی اس بات پر کسی قدر نفرت سے کسی قدر غصہ سے اور کسی قدر تمسخر سے سب ہنس پڑتے ہیں پھر اشارے سے ہی آگ میں جلائے جانے کا روح فرسا حکم سناتے ہیں۔ جوان کا رواں رواں اس غضب ناک بات کے سننے سے کھڑا ہو جاتا ہے،

یہ پھر آگے بڑھتے ہیں وہ انہیں پھر پیچھے دھکیل دیتا ہے اسپر انہیں غصہ آجاتا ہے ایک شخص اپنی تلوار نکال کر جوان پر وار کرنے کو آگے بڑھتا ہے جوان ہوا میں اس کا بازو پکڑ لیتا ہے جھٹکا دیکر تلوار چھین لیتا ہے اور اسی تلوار سے اس شخص کو قتل کر ڈالتا ہے اور پھر لوگوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیتا ہے دوسروں کو قتل ہوتا دیکھ کر کئی بھاگ اٹھتے ہیں کئی یوں ہی گر پڑتے ہیں اور کئی تلواریں سونت سونت کر آگے آتے ہیں جواں ان کو آتا دیکھ کر مورتی کی طرف دوڑتا ہے وہ بھی پیچھے بھاگتے ہیں وہ جاتے ہی مورتی کو پکڑ لیتا ہے اور اشارے سے کہتا ہے کہ اگر وہ آگے بڑھے تو مورتی توڑ دی جائیگی وہ لوگ یہ دیکھ کر ٹھٹھکتے ہیں مگر مہا پجاری مارنے کا حکم دیتا ہے وہ کڑک کر کہتا ہے "دیکھو۔ ناپاک کے ناپاک ہاتھوں نے ہماری مقدس مورتی کو ناپاک کر دیا۔ مارو مارو۔ کیا دیکھتے ہو۔ اس کمبخت نے ہماری پیاری چیز خراب کر دی۔ بڑھو۔ بڑھو۔ اب یہ اس قابل نہیں رہا۔ کہ جان بچا کر بھاگ سکے۔ وہ گرا۔ ہاں مارو تلوار"

لوگ یہ حکم سنکر جواں پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ جوان ایک اونچے ٹیلے سے اپنی پشت کو سہارا دیتا ہے اور تلوار چلانی شروع کرتا ہے لوگ جوش میں آگے بڑھتے ہیں اور کٹ کٹ کر ڈھیر ہوتے جاتے ہیں

مندر کی لڑکیاں یہ منظر دیکھ کر چیخیں مارتی ہیں اور بیہوش ہو جاتی ہیں۔ مہا پجاری تیج کھا کھا کر دوسروں کو دور سے ڈانٹتا ہے گالیاں دے دے کر آگے بڑھنے کو کہتا ہے۔ برا بھلا کہہ کہہ کر شہادت کا شوق بڑھاتا ہے وہ آگے آتے ہیں دوسروں کو کٹتا مرتا دیکھ کر پھر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔

جواں تلوار مارتے مارتے تھک جاتا ہے اس کے بازو ہاتھ بلکہ تقریباً ہر اعضا زخمی ہو جاتا ہے اس کے آنکھوں کے آگے اندھیرا آجاتا ہے اب اس کے سامنے موت ناچتی ہوئی نظر آتی ہے وہ زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے آسمان کی طرف دیکھتا ہے اور خدا سے رحم کا ملتجی ہوتا ہے اس کی آنکھوں میں آنسو،

اسکی زباں پر کلمہ - اسی حالت میں ایک لمحہ کے لیے خاموش رہتا ہے اتنے میں ایک
تیزا داہنے بازو پر آکر لگتا ہے جوان تکلیف کو برداشت نہ کرسکنے کی وجہ سے چیلا
جاتا ہے وہ اپنے پورے جوش اپنی پوری طاقت اپنی پوری آواز سے تکبیر کی صدا
بلند کرتا ہے تکبیر کی آواز کا جواب اونچے اونچے پہاڑ دیتے ہیں سب پر ایک قسم کی
خوبیت طاری ہو جاتی ہے اپنے زخمی ہاتھ کو سہارا دیکر اور خدا کا نام لیکر جواں پھر
تلوار چلاتا ہے کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں جدہر دیکھتا ہے مردہ پا سکتے ہوئے
دکھائی دیتے ہیں اس کے پیروں میں خون اس کے جسم سے خوں اس کی آنکھوں
میں خوں اچانک اس کا آخری سہارا اس کا سب سے زیادہ مددگار ہاتھ بٹانیوالا
آلہ یعنی تلوار ٹوٹ جاتی ہے جواں ہتنہ ہو جاتا ہے پھر آسمان کی طرف دیکھتا ہے
اتنے میں ان ہی گھاٹیوں سے ان ہی پہاڑی غاروں سے - انہی سرسبز
وادیوں سے تکبیر کی آوازیں آنے لگتی ہیں - جوان پہلے اپنے کانوں کا دھوکا سمجھتا
ہے مگر اس کے دیکھتے دیکھتے ہی کئی سواران پجاریوں پر آ ٹوٹتے ہیں اور پلک پل میں
سب کو ڈھیر کر دیتے ہیں مندری کنواری لڑکیاں جو پہلے ہی بہت معلوم دیتی تھیں ا
اور بھی حیران ہو جاتی تھیں وہ ایک جوان کو اتنوں سے اور اتنی دیر مقابلہ کرتے
دیکھکر ششدر رہجاتی تھیں اس جواں کی قدر ان کے دلوں میں پیدا
ہو جاتی ہے -

اس دستے کا سردار آگے بڑھتا ہے اور بیہوش ہوئے ہوئے جوان کو
اٹھاتا ہے اس کی شکل دیکھ کر کے سب حیران بلکہ خوش ہو جاتے ہیں زخموں
سے مٹی اور خوں چھڑاتے ہیں لڑکیوں کو قید کرتے ہیں اور جدہر سے آئے تھے
ادہر ہی غائب ہو جاتے ہیں -

(۵)

سومنات کا مندر اپنی شان وشوکت سے اسی قدر و منزلت کیساتھ
اسی فرحت بخش جگہ پر جلوہ گر - پجاری اپنی روزانہ پوجا پاٹ میں مصروف
ہیں - مندری دیویاں باقاعدہ مورتی کو اشنان کراتی ہیں بھجن اور مذہبی گیت

گاتی ہیں سب خوش وخرم ہیں محمود کا ڈر محمود کے حملے کا خوف محمود کے جاں باز سپاہیوں کا خطر۔ ان کے دلوں سے جاتا رہا ہے بتوں کے ٹوٹنے کا وگدا انکے معتقد دلوں سے زائل ہوگیا ہے۔ اسلئے کہ محمود آجکل خود دل شکستہ ہے اس کا ایک فرزند جو اسے جاں سے زیادہ عزیز تھا عدم پتہ ہے شاید دشمنوں کے ہاتھوں مارا گیا ہے اور اسی غم کی وجہ سے محمود اپنے وطن کو واپس جانا چاہتا ہے۔

یہ خبر تمام ملک میں پھیل گئی۔ پہلے سے زیادہ خوشیاں اور رنگ رلیاں منائی جانے لگیں۔ مندر جو پہلے اجاڑ اور ویران ہو گئے تھے۔ پھر از سر نو آباد ہو گئے اور خاصکر سومنات کا مندر ایک شان بجاہلی سے پھر جگمگ جگمگ کرنے لگا۔ کنواری لڑکیاں جو ہر دم مندر کی بڑی مورتی کے سامنے سربسجود رہتی تہیں پھر خوش خرامی کرنے لگ گئیں ہر صبح دریا پر اشنان کرتیں۔ پھولوں کی مالا ہیں بنتیں۔ مندر کے اردگرد پھر تیں۔

مہا پجاری اپنے اسی رعب و داب کو پھر کام میں لانے لگا۔

جنگلی حسینہ کے لئے یہ آخری دن تھا سوچ سمجھ کے لئے اس کی زندگی کے انحصار کے لئے اس کے خوشی سے عمر بسر کرنے کے لئے یہ آخری دن تھا۔ برا بھلا سوچنے کے لئے یعنی مہا پجاری کی درخواست کو ماننے کے لئے یہ آخری دن تھا۔

آج سے ایک ہفتہ پہلے اسے حکم سنا دیا گیا تہا۔ کہ اگر تم اپنی ہٹ سے باز نہ آئیں۔ اگر تمنے مہا پجاری کی اسی طرح کرگری کی۔ اگر تم مہا پجاری کے دل کی مالک نہ بنیں تو زندہ درگور کی جاؤ گی۔ موت کے گھاٹ اتار دی جاؤ گی۔ اور آئندہ جون میں تکلیفیں اور اذتیں اٹھاؤ گی۔

بیکسی اسکے زرد چہرے سے جو کبھی گلاب کو شرماتا تہا عیاں ہے۔ مجبوری اسکی ناسور آنکھوں سے جنکے مقابلے میں ہرن آنا جھینپتا تہا ظاہر ہے۔ ایکسا پتھر پر جو آبشار سے کسی قدر فاصلے پر ہے بیٹھی ہے۔ اور اس نا سمجھنے والی لڑکی کو اس نا حق ہونیوالے سوال کو اس نا کھیلنے والے عقدے کو اپنی پوری دماغی قوت صرف کرکے

حل کرنیکی کوشش مگر بے سود کوشش کر رہی ہے اسکی آنکھوں میں آنسو اُمڈے چلے آتے ہیں۔ اس کا دل کسی اندرونی غم کی وجہ سے بھرا آرہا ہے۔ وہ سرد آئیں بھرتی ہے بعد حسرت دیاس ادھر ادھر دیکھتی ہے۔ کسی کو اپنا ہمراز مددگار۔ دل بہلانیوالی مصیبت کو ٹالنے والا نہیں پاتی۔ زیادہ کرب واضطراب کیساتھ کھڑی ہو جاتی ہے۔ زیادہ بیچین ہوتی ہوتی ہے۔ معًا اس کا تلخ خیال کسی ایک جگہ اگر کتا ہے اس کے سامنے امید وبیم کی ایک تصویر کسی وہمی انسان کی شکل آ جاتی ہے کچھ دیر محو حیرت رہتی ہے مگر پھر اپنی بیوقوفی پر جسے وہ بیوقوفی کے نام سے ہی موسوم کرتی ہے مسکراتی ہے اس کا دل پھر کسی اجنبی بات کی گواہی دیتا ہے اب اس کے تیوروں نے شرم ٹپکتی ہے۔

مسرت وشادمانی کی گھڑیاں بہت جلد گذرتی ہیں اسی حیرت استعجاب بلکہ دل خوش کن منظر میں اس کی آنکھ جھپک جاتی ہے وہ سوتی نہیں۔ ایک کیف بیخودی سے مخمور ہو جاتی ہے اس وقت اسکی آنکھوں کے سامنے اس کی تمام زندگی کا بہترین مگر حیرت انگیز واقعہ آجاتا ہے ایک مسافر۔ ایک دشمن ایمان مسافر کا عالم بیہوشی میں اسکی اسی ٹوٹی پھوٹی رتیلی زمین والی جھونپڑی میں آنا۔ اسکی اس محبت سے پُرہاتھوں بلکہ رونگٹوں سے جو اسے اسکے دیکھتے ہی پیدا ہوگئی تھی صحتیاب ہونا۔ دونوں کا ایک دوسرے کو کن انکھیوں سے مگر خاموش دیکھنا۔ دونوں کے دلوں میں ایک نامعلوم کشش۔ ایک بے قیاس جذبے کا پیدا ہونا۔ اکیلے کئی دن گذارنا۔ پھر باد سموم کا چلنا جواں کا دشمنوں کے ہاتھوں زخمی ہو کر اسیر ہونا... پھر مہا پجاری کی سکردہ شکل کا دکھائی دینا۔ عصمت دری کا روح فرسا حکم سننا اور حکم کو ماننے کے لئے مجبور ہونا... اب اس کا روآں رواں کھڑا ہو جاتا ہے وہ اس آخری نظارہ کی تاب نہ لاکر کانپ اٹھتی ہے اپنے آپکو اسی پتھر پر بیٹھے ہوئے دیکھکر۔ اسی مندر اور پجاریوں کی دسترس میں پاکر مغموم ہو جاتی ہے۔

ایک خیال۔ ایک چھٹکارا پانیکا خیال بلکہ طریقہ اسکے معصوم دل اور دماغ میں آتا ہے اسکی آنکھوں کے سامنے دریا کا چلتا ہوا پانی دریا کا گہرا نیلا پانی

ایک طوفان کی صورت اختیار کر لیتا ہے بڑہتے بڑہتے اس تک پہنچتا ہے مہا پجاری اس کے بچانے کو دوڑتا ہے مگر دیر میں اور وہ سبعا اس پتھر کے بہہ نکلتی ہے۔ غوطے کھاتی ہے۔ جان بچانیکو ہاتہہ پاؤں مارتی ہے اچانک ایک جگہ اسکا پاؤں ٹھہرتا ہے ابھی اچھیطرح کھڑی بھی نہیں ہونے پاتی کہ وہی اجلنبی مسافر۔ دشمن ایمان اس کو بغل میں دبا لیتا ہے اور تیر کر دوسرے کنارے پر جا لگتا ہے۔ پھر اسکی آنکھوں کے سامنے وہ پانی خون کی طرح سرخ ہو جاتا ہے وہ سندر سبعہ اپنے تمام پجاریوں کے جاتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور مہا پجاری ناگہاں زمین میں دھنسا ہوا قہر آسمانی میں مبتلا نظر آتا ہے اور یہ دونوں اس تمام واقعہ کو خوشی سے لبریز آنکھوں اور دل سے دیکھتے ہیں ایک دوسرے سے لپٹ جاتے ہیں ناگہاں ان کے درمیاں زمین پھٹتی ہے اور دونوں ایک نہ دکھائی دینیوالے ہاتھوں بلکہ گرفتوں سے دو بہت دور پہنچ جاتے ہیں اور یکا یک ایک دوسرے کی نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں۔

جنگلی حسینہ اس واقعہ کی تاب نہ لا کر اپنے دونوں ہاتہہ پہیلاتی ہے اور نہایت زور سے چیخ مارتی ہے۔ اسکے ہاتہہ کسی کے جسم کو چہوتے ہیں۔ وہ آنکھیں کھول دیتی ہے مہا پجاری کو بغلگیر ہوتے دیکھکر شرمندہ ہو جاتی ہے اور جھٹ اپنے آپ کو چھڑا کر دور جا کھڑی ہوتی ہے۔ پجاری جو پہلے اپنے آپکو تمام دنیا کی نعمتوں کا واحد مالک تصور کر رہا تہا چیں بجبین ہو جاتا ہے اپنے دلی جذبات کو روک کر نہایت متانت سے کہتا ہے "کیوں کیا ہوا پیاری کیوں چیخی تہی۔

لڑکی۔ خاموش کھڑی رہتی ہے

پجاری۔ دیکھو۔ ایک وہ شخص جسکے حکم بلکہ ادنیٰ اشارے پر اس سرزمین کا سرکش سر تسلیم خم کرتا ہے۔ تمہارے سامنے (ہاتہہ جوڑکر) دست بستہ منت کر رہا ہے (گھٹنوں کے بل کھڑا ہو کر) اس مندر۔ داڑھی کی عزت بس اب تمہارے ہاتہہ ہے۔ میں نے جو حکم کسی کو کیا کبھی رد نہ ہوا۔ ابھی کل ہی دوسری لڑکیاں جیسے گوئیاں کر رہی نہیں۔ کہتی نہیں دیکھو یہ لڑکی مہا پجاری تک کا حکم نہیں مانتی

تمام کے تمام تمہارے بر خلاف ہو رہے ہیں۔ اور اگر میں تمہاری طرفداری نہ کرتا تو کبھی کی ماردی گئی ہوتیں گی۔

لڑکی۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ داڑھی کی عزت اس طرح کبھی نہیں ہو سکتی اگر تم عزت چاہتے ہو۔ تو اس خیال بد سے باز آؤ ورنہ خود مر جاؤنگی اور تمہیں بھی کہیں کا نہ چھوڑونگی۔

پجاری۔ لڑکی یہ تیری بھول ہے تو میرا کچھہ نہیں بگاڑ سکتی۔ البتہ میں ابھی اشارہ کردوں تو تیری کہال گھڑی گھڑی کی کھچوادوں۔

لڑکی۔ ہاں ہاں جلدی کرو۔ میں اب دنیا میں زندہ رہنا نہیں چاہتی۔ میری یہی آرزو ہے بس یہی تمنا ہے۔ کہ اس ذلیل لوگوں کی ذلیل دنیا میں نہ رہوں

پجاری۔ تجہہ جیسی مچھلیاں ہی تمام جل کو گندا کرتی ہیں۔ آجتک کوئی ہندو لڑکی تیرے جیسی زبان دراز۔ بیحیا نہیں پیدا ہوئی۔ دیوتاؤں کا غضب کیوں نازل نہ ہو یہ زمیں کیوں ناپاکوں کے ناپاک جسموں سے ناپاک نہ ہو۔ جب تیرے جیسیوں نے جنم لیا۔ تب ہی تو یہ بلائیں نازل ہوئیں۔ بزرگوں کا ادب نہیں۔ لحاظ نہیں۔ کیا چپڑ چپڑ لگائے جا رہی ہے۔ دیکھو آنکھیں مٹکاتی کو نیچے کر آنکھیں بے ادب سمجھتی نہیں میں کون ہوں۔ تو کس کے سامنے کھڑی ہے۔

لڑکی سمجھ رہی ہوں اور سمجھتی ہوں آپ کون ہیں ایک دنیا کا کتا ایک ذلیل ہستی ایک کمینہ الشان دوسروں کی عزتوں کو بٹہ لگا نیوالا زہد پارسائی مالا لمبی داڑھی اور قبا کی ٹٹی کے پیچھے شکار کھیلنے والا۔

پجاری۔ بس خاموش۔ دیکھہ تجھے اس بدزبانی کا نتیجہ ابھی دکھاتا ہوں۔

پجاری اتنا کہہ کر تالی بجاتا ہے کئی لڑکیاں بھاگی ہوئی آتی ہیں اور پاس آکر ادب سے کھڑی ہو جاتی ہیں۔ حیرت سے لڑکی کی طرف کبھی پجاری کی طرف دیکھتی ہیں پجاری سب لڑکیوں کی طرف ایک بار رعب نظر سے دیکھتا ہے اور پھر اس کی طرف مخاطب ہوتا ہے۔

پجاری۔ لے دیکھہ کون بھی ایسی ہے جو تجہہ جیسی خوبصورت نہ ہو۔ تجہہ جیسی نازنین

نہ ہو۔ تجھ جیسی سیم تن نہ ہو سب کنواری ہیں مہا پجاری کی خدمت کے لئے ہر وقت
تیار ہیں۔

تمام لڑکیوں نے کسی قدر شکریے سے۔ کسی قدر استعجاب سے گردنیں جھکا لیں
پجاری پھر بولا "تجھ میں وہ کونسا سرخاب کا پر ہے جو لگا ہوا ہے تو اس قدر ناز اسقدر
غرور کس بات پر کرتی ہے۔ تجھے معلوم ہے اگر نہیں تو ہونا چاہئے تو اب یہاں سے
زندہ سلامت نہیں جا سکتی محمود جسکا کیسقدر ہمیں فکر لگا ہوا تھا۔ اپنے کسی سردار
کے مارے جانے کے سبب دل برداشتہ ہو گیا ہے۔ ان مسلمانوں نے کیا لڑتا ہے
بہانہ کر دیا سردار کی موت کا۔ اور ڈر گیا ہماری فوج سے۔ خیر ہمیں اس سے کیا جھگڑا
لڑکی کسی دل ہلا دینوالے خیال سے کانپ اٹھتی ہے۔ "سردار کونسا سردار" اسکی زبان
سے نکلتا ہے"۔ ایک خطرناک ہولناک وحشتناک خبر۔ کیا وہ مارا گیا۔ ظالموں نے
عین بہار میں اس گل غزنی کو باغ زندگی سے اکھاڑ پھینکا۔ اگر یہ سچ ہے۔ تو یہ زندگی
یہ جینا۔ یہ عیش و مسرت یہ دل بہلاوا فضول لاحاصل۔ بے سود۔ بس اب مجھے وہ
کرنا چاہئے جو ایک عورت۔ ایک باضمیر عورت۔ اپنے اس کے لئے جسے وہ سب سے
پہلے اور انجیہ کسی نام سے پکارے۔ جسے وہ سب سے پہلے اور آخر کسی امید موہوم
کے لئے صرف ٹھانے۔ کر سکتی ہے۔ میں کروں گی۔

یہ باتیں تھیں جو لڑکی اس وقت اپنے دل سے کر رہی تھی۔ مہا پجاری اور دیگر
لڑکیاں اس کی شکل کے ایک رنگ آتے اور ایک رنگ جانے کو دیکھ رہے تھے۔
لڑکی مہا پجاری کی ترش اور سخت آواز کے سننے سے چونکی وہ اسے بار بار اپنی طرف
متوجہ ہونے کے لئے کہہ رہا تھا۔

لڑکی اسکی آواز کو سن کر نہایت ترشروئی سے بولی "جاؤ اپنا کام کرو مجھے میرے حال
پر رہنے دو تمہارا یہ بدی کا خیال اگر سورج ادہر کا چڑھتا ادہر سے چڑھے ہرگز ہرگز نہیں مانا
جا سکتا اب لڑکی کے منہ سے جھاگ نکلتا۔ اسکی آنکھوں سے خون برستا۔ اس
کے تیوروں سے ڈر لگنا شروع ہو گیا تھا۔ مہا پجاری آگے بڑھا اور بڑھتے ہی

ایک ہاتھ سے لڑکی کے سر کے بال پکڑے جھنجوڑا لڑکی اس تکلیف کو برداشت نہ کر سکی اس کے سخت ہاتھوں کی تاب نہ لا سکی۔ مہا پجاری نے کوڑا لانیکو کہا۔ ایک لڑکی بھاگی ہوئی گئی۔ اور کوڑا لے آئی۔ بیدردی۔ ظلم ستم۔ جور غضب کے ساتھ اس درشٹ نے اس نازنین بدن کو مارنا شروع کیا۔

مندر کی سب سے بڑی مورتی اس وقت ٹوٹی جب لڑکی بیہوش ہو کر زمیں پر آگری محمود نے اپنے پیارے سردار کا انتقام لینے کی خاطر دشمنوں کو تہ و بالا کرنا شروع کر دیا جو تھی۔ جو گا واں۔ غرضکہ جو چیز سامنے آئی۔ جلائی۔ ماری۔ تباہ کی۔ ادہر مہا پجاری اپنے عشق کی داستان چھیڑے ہوئے تھا اور ادہر غزنوی کے جانباز بہادر اپنی بہادری بت شکنی میں دکھا رہے تھے۔ مندر میں کہرام مچا ہوا تھا۔

وہ کونسے بیش قیمت ہیرے اور جواہرات تھے آج جو محمود کی نظر نہ ہوئے محض اس لئے کہ شوجی کی بڑی مورتی نہ توڑی جائے۔ مگر محمود بت شکن محمود نے ایک نہ سنی اور خود اپنے ہاتھ سے گرز لیکر مورتی کو پاش پاش کر دیا۔

اسکی فوج نے مندر کے چاروں طرف گھوڑے دوڑائے جو چیز سامنے آئی توڑی تکبیر کے نعرے آسمان کی خبر لاتے ہوا میں گونجتے اور بزدلوں کو زیر ہو کر لگتے مہا پجاری یہ آواز یں سنکر حیران ہو گیا۔ ابھی اس کی حیرانی دور ہی نہ ہوئی تھی کہ چند سواروں نے آکر جکڑ لیا اور باندھ کر سلطان کے سامنے لیچلے۔ لڑکی نے جو ادھ موئی ہو گئی تھی جو کوڑے کھا کھا کر بیہوش ہو گئی تھی۔ آنکھیں کھولدیں۔ جوڑوں کے درد کی وجہ سے اسکی زبان سے "ہائے" نکلا۔ سپاہی ذرا دو قدم آگے بڑھے۔ ایک بھول کو خار دار جگہ گرے پایا کسی کے کہا نسنے کی آواز آئی یہ بیوقت کہا نسی ایک لڑکی تھی جو مندر کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی تھی اور جو سواروں کو آتا دیکھکر بعد دوسروں کے جھاڑیوں میں چھپ گئی تھی جھاڑیاں ڈہونڈیں اور غاروں میں جہاں ہوئی گلیاں پائیں۔ بھنگی حسینہ کو ہاتھوں ہاتھ سلطان کے سامنے لیگئے۔ سلطان حسن خدا داد عجب نیاز کی شان قدرت دیکھکر عش عش کرنے لگا۔

(۵)

پچھلے زمانے میں فوجوں کیساتھ عورتیں بھی جایا کرتیں۔ اور خاصکر ان لڑائیوں میں جو مذہبی یا دین کے لیئے ہوا کرتیں عورتیں اگر چاہتیں تو حصہ لے سکتی تھیں۔ اور جب اسلام کا دور دورہ ہوا تو جاہل بدؤ پہلے پہل اپنی عورتوں کو جنگ میں شریک کرنے انکی سالار عورت ہوتی اور اسی کی کمان میں یہ وہ وہ بہادریاں دکھاتیں جو آجتک بھی تعجب و استعجاب کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔

اسیطرح محمود غزنوی بھی اپنے ساتھ عورتوں کی فوج لایا کرتا جو عام طور پر مردوں کی فوج کے پیچھے یا وقت پر مدد کے لیئے علیحدہ ٹھرائی جاتی عورتوں کی فوج اس حملے میں بھی ساتھ تھی اور جب سلطان محمود سومنات کے مندر کو فتح کرنے گیا تو انہیں دانستہ پیچھے چھوڑ گیا تھا۔ وسطی ہند کے خطرناک پہاڑوں کی آڑ میں۔ ہیبت ناک ڈراونی وادیوں میں۔ دشمنوں کے ملک میں چھوڑ گیا تھا مگر یہ انہی عورتوں کا حوصلہ تھا۔ کہ وہاں رہنا منظور کیا انہیں موت ایک معمولی بات معلوم دیتی۔ وہ مسلح تھیں طاقتور تھیں۔ با حوصلہ تھیں وہ خدا سے چاہتی تھیں کہ دشمنوں سے لڑیں اور یا تو انپر فتح حاصل کریں اور یا دین و ایمان پر سے تصدق ہو جائیں۔

محمود جانتا تھا۔ کہ اس کے ملک کی عورتیں مردوں سے کسی طرح کم نہیں۔ مگر پھر بھی ایک دستہ اس نے حفاظت کیلیئے چھوڑ دیا۔ محمود کو گئے ابھی بمشکل دو دن گذرے ہوں گے رات کا وقت تھا۔ عورتوں کی تمام فوج کمر کھولے میٹھی نیند سو رہی تھی۔ اور مردوں کی محافظ فوج پہرہ دے رہی تھی۔ کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں آنی شروع ہوئیں پہرہ دار فوج کا سپہ سالار ایک ادھیڑ آدمی تھا آوازوں کو سنکر ڈرا نہیں مگر سہم گیا۔ رات چاندنی تھی۔ نظر کافی دور تک کام کر سکتی تھی۔ اسکے اوسان خطا نہ ہوئے مگر وہ اپنی تجربہ کار آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اور آخر اسکی دوربین آنکھوں نے دیکھ لیا کہ یہ فوج مخالف فوج تھی اسے فوراً بگل بجانے کا حکم دیا اور ابھی بگل بجنے کے حکم کی تعمیل بھی نہ ہوئی تھی کہ ہندو راجپوتوں کی فوج مرہٹی دل

کی طرح انہی خطرناک پہاڑوں سے انہی ڈراؤنی وادیوں میں سے نکلتی دکھائی دی مگر پیشتر اس کے کہ وہ کچھ دیکھ سکتے۔ بگل بج گئے۔ بگل کی آواز نے انہیں بھی چونکا دیا۔ بعض کم ہمت واپس گھوڑے دوڑا بھاگ گئے بعض صفوں میں سے نکل کر ادھر ادھر پہاڑوں کی آڑوں میں چھپ گئے۔ بعضوں نے گھوڑوں کی لگامیں کھینچیں مگر بعض شیر دل جوان آگے بڑھے۔ تیزی سے۔ رعب سے ایک شان سپاہی سے آگے بڑھے انکے گھوڑے پہلے سے زیادہ تیز تھے۔ ان کے نیزوں کی نوکیں آگے کو جھکی ہوئی تھیں۔ ان کے کمانوں میں چڑھے ہوتے تھے۔ انکی تلواریں بے نیام ہوکر چاند کی چاندنی میں چمک رہی تھیں یہ فوج اسیطرح آگے بڑھی اور آتے ہی اس زور سے حملہ کیا۔ کہ بوڑھے غزنوی سپہ سالار کے روکے نہ رکا اپنی عمر کے مطابق اپنی طاقت کے مطابق اسنے سینکڑوں کوششیں کیں ہزاروں چالیں چلیں۔ مگر سب کی سب بیکار ثابت ہوئیں۔ اسکی فوج کاٹنے کی بجائے کٹ رہی تھی۔ وہ اپنی فوج کو اکٹھا کرتا۔ زوردار الفاظوں میں دل شکستہ سپاہیوں کے دل بڑھاتا۔ تکبیر کی صدائیں بلند کرتا مگر کچھ فائدہ نہ ہوتا۔

عورتوں نے اس لڑائی میں ایسی جاں بازیاں دکھائیں۔ وہ بہادرانہ کام کئے جنکی نظیر ملنی محال ہے۔ مخالف فوج پر تیر برسانا انپر ختم ہوگیا۔ تیر موسلا دھار بارش کی طرح برستے۔ دشمنوں کے دل و جگر کو ساتھ لیتے ہوئے انہی خطرناک پہاڑوں میں غائب ہوجاتے۔ اور اپنی یادگار ایک مردہ جسم۔ ایک بے حس و حرکت لاش چھوڑ جاتے۔ مگر آخر کب تک تعداد کی زیادتی بھی آخر کچھ چیز ہوتی ہے راجپوتی تلواریں انپر بھی صاف ہونے لگیں۔ زبردست قوی ہاتھ بجلی کو پکڑے اٹھتے جو ہوا میں چمکتی اور پھر ایک عورت کے نحیف مگر طاقتور جسم پر گرتی۔ خاک سیاہ کرتی ہوئی زمین میں غائب ہوجاتی۔ پھر اٹھتی اور سرخ رنگ کا بھیس بدل آتی ایک چیخ کی کڑک کھا کر لڑکی اور پھر "ہائے" کی آواز پاکر ختم ہو جاتی۔

ہر آخری ہاتھ نازک ہاتھ عورت کا ہاتھ جبتک ناکارہ نہ ہوا تیر برسانے سے

تلوار چلانے سے۔ نیزہ مارنے سے نہ تھما۔ ہر سمیں بدن کا خوبصورت ہاتھ لگانے سے میلا ہونیوالا عضو جبتک زخمی نہ ہوا۔ ایمان کی خاطر ننگ و ناموس کی خاطر بہادری اور دلاوری دکہانے سے نہ رکا۔ عورت سپہ سالار نے تقریریں کیں۔ ان کے حوصلے کو برقرار رکہنے کے لیئے خود مشکل سے مشکل کام کیئے انہیں انکے آباد اجداد کی پرانی داستانیں۔ ان کے بزرگوں کے کارنامے سنائے عورتیں مرنے مارنے کو ایمان سمجھتیں۔ لڑتیں مرتیں کٹتیں۔ ڈہیر ہوتی اور ڈہیر کرتیں۔

رات سے صبح ہوگئی اب چاند غروب ہوگیا تہا اور صبح کا سہانا وقت صبح کا فرحت بخش سماں۔ صبح کی نسیم مردہ جسموں میں روح ڈالنے والی نسیم۔ صبح کی وہ عجیب رونقیں لمحہ بلمحہ ساعت بساعت تیز ہوتی جارہی تہی۔ شان الہی اسوقت دکہائی دیرہی تہی۔ دشمنوں پر رعب اسوقت چہا رہا تہا۔ دشمن اسوقت بزدل بن رہے تہے۔ جب مردوں نے تلواروں کے سائے کے نیچے نماز پڑہی۔ اس پاک و بے ہمت کی پاک قدرت اور صداقت کا ثبوت دیا۔ عورتوں نے پہلے سے کہیں زیادہ پہلے سے کہیں زور اور تیزی سے تیر برسائے اسیطرح عورتوں نے پاک دل پاک نفس۔ باہمت۔ باایمان عورتوں نے وہیں نماز پڑہی اور مردوں نے شجاعت اور بہادری سے مقابلہ کیا۔

ڈولی کشتی کو پار اتارنے والے کے حضور میں۔ بے یاروں لاچاروں کے غمگسار کی خدمت میں آنسو بہاکر۔ صدق دل سے جان و ایمان کی سلامتی کے لیئے گڑگڑائے۔ ابہی سجدے سے سر بہی نہ اٹہایا تہا کہ انہی مہیب خطرناک پہاڑوں میں سے ڈراونی وادیوں میں سے تکبیر کی آوازیں آنی شروع ہوئیں وہ حالت جو گہوڑوں کی ٹاپیں سن کر انکی ہوئی تہی اسوقت مخالف فوج کی ہورہی تہی۔ تکبیر کی آوازیں زور دیکر ٹکراتی جاتی اور نزدیک آتی جارہی تہیں مسلمان عورتوں اور مردوں کے چہروں سے روحانیت ٹپک رہی تہی وہ تبسم نگاہوں سے دشمنوں کو دیکہہ رہے تہے اور تبسم ہونٹوں اور نگاہوں سے شان والے کی شان کی تعریف کررہے تہے۔

تکبیر کی آوازوں نے قالبوں کی شکلیں اختیار کرلیں قالبوں نے ہتھیار پکڑ لیے۔ اور اور دوسرے قالبوں سے جنگ آزما ہونا شروع کردیا۔ اور پل کی پل میں وہ کیا جسکے موہوم خوف سے ہونیوالے نقصان سے اینوالے ڈر سے انکی اسوقت حالت ہوئی تھی جب بوڑھے مسلمان غزنوی سپہ سالار کے حکم سے بگل بجا تھا۔

واقعی وہ بے یاروں لاچاروں کی مدد کرنیوالا دوبی کشتی کو پار اتار نیوالا مشکل سے مشکل کام کو کٹھن سے کٹھن منزل کو جب کہ آسان کرنا چاہتا ہے تو چشم زدن میں وہ کا وہ کردیتا ہے۔ جو انسان کی عقل سے باہر اور قوت خیال سے کہیں دور ہوتا ہو اسوقت کسے امید تھی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ان دشوار گزار مہیب خطرناک پہاڑوں میں بھی انکی مدد کرنیوالا مدد کرے گا۔ اور مددگار بھی کہیں نزدیک انہی وسط ہند کے پہاڑوں میں سے ہی خود دشمن کے چنگل سے مندر کے پجاریوں سے آگ سے پہاڑ میں سے نکل کر آئیگا اور زخمی ہونے کے باوجود بھی ان کے زخمی جسموں پر دشمنوں کا خون بہا کر مرہم رکھے گا۔ خود مرہم بن کر آئیگا۔ اور آخر مرہم کا کام کرے گا۔

یہ وہی جوان تھا۔ جسے محمود کے منتشر دستے نے پجاریوں کے پنجوں سے بچایا تھا جسے دیکھکر دستے کے سپاہی حیران ہو گئے تھے۔ اسنے آتے ہی ایسی تلوار چلائی جسے دیکھکر کیا دشمن کیا دوست سب دنگ ہو گئے۔ مسلمان اس ناگہانی امداد کو دیکھکر پھر سربسجود ہو گئے جوان دشمن کی فوج میں تکبیر کی آوازیں لگاتا ہوا گھستا۔ چیرتا پھاڑتا برسانے آنیوالی چیز کو پامال کرتا۔ دائیں سے بائیں آگے سے پیچھے پیچھے سے آگے بڑھتا دشمن سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے اور ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ جہاں پہلے سوائے کنکروں پتھروں۔ ٹیلوں یا خشک پہاڑی گھاس کے اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اب کشتوں کے پشتے مردہ لاشوں کے انبار بے کفن بے دفن جوانوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جس زمین نے بارش کے پانی کے سوا اور کوئی پانی نہ پیا تھا آج جوانوں کسی کے خاوندوں۔ کسی کے بیٹوں۔ کسی کے پالوں کے خون سے سیراب ہورہی تھی

ایک ہزار مسلمانوں میں سے ایک سو نچے بڑے بڑے بیمثل شہزنایاب خوبصورت کلیاں انمول نونہال بن کھلے پھول مرجھائے - قدرت کی بہترین پتیاں منتشر ہوئیں بیش بہا پودے برباد ہوگئے -

کہاں وہ الامان الامان کی آوازیں آرہی تھیں اور کہاں پھر وہی شادیانے بجنے شروع ہوگئے - ایک فتح کی خوشی میں اور دوسرے اس شخص کے ملنے سے جو ایک مدت سے عدم پتہ تھا جو سلطان کی ہستی سلطان کی زندگی سلطان کی خوشی تھا جسے دیکھ کر سب کو عید سے زیادہ خوشی اور خوشی سے زیادہ مسرت ہوئی -

"عذرا" سلطان کی سب سے چھوٹی بیگم سب سے خوبصورت بیگم جوان کی بہادری جوان کی دلاوری جوان کی جانبازی دیکھ کر جوان پر ہزار جان سے فریفتہ ہوگئی بلا توقع ایک اجنبی بات جو آج سے پہلے کبھی نہ ہوئی تھی کہ بیگم - چھوٹی بیگم کی طرف سے جوان کی طلبی کا حکم آیا - جوان اسوقت زخمی اور مردہ جسموں کی دیکھ بھال کر رہا تھا یہ ایک ایسا لاینحل مشکل اہم سوال تھا جسکا جواب اسکی اعلیٰ عقل اس کا عالی دماغ اسکی قابل رشک ذہانت نہ دے سکتی تھی - مگر پھر وہ یہ سوچکر خاموش ہوگیا شاید یہ بلاوا اسوجہ سے ہو کہ وہ اتنے دن دشمن کی قید میں رہا ہے -

اسنے لرزتی ہوئی زبان سے رضامندی کی صدا نکالی لرزتے ہوئے سر کو جھکا کر وہ لرزتی ہوئی ٹانگوں کو سنبھال کر لرزتے ہوئے پیروں کو خیمہ شاہی کی طرف چلنے پر مجبور کرنے لگا - خیمہ شاہی کا خاص دروازہ اسنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے کھولا کانپتی ہوئی نظریں چاروں طرف ڈالیں - اسنے کانپتی ہوئی زبان سے لونڈی سے ملکہ کے حکم کے متعلق پوچھا - لونڈی خاموش رہی [illegible] "ہاں" پردہ اٹھایا ایک چمکتے ہوئے ہیرے کو ایک اندھیری رات میں چھپے ہوئے جگنو کو ایک تیز ادھر سے ادھر چشم زدن میں نکل جانیوالی بجلی کو شرمندہ کر دینے والے [illegible] بصد ناز و ادا اپنی طرف آتے دیکھا - ایک [illegible] جو اسکی آنکھوں [illegible] ایک بے رکاوٹ جھجک تھی جو اسنے محسوس کی اسکی آنکھیں شاہی رعب و داب کی

شاہی حسن کی تاب نہ لاسکنے کی وجہ سے جھک گئیں - (۷)

لاکھوں بےقصور، ہزاروں معصوم سینکڑوں بےگناہ مارے گئے - سلطانی قیدی بھاگ جانا ایک معمولی بات نہ تھی ایک معاف کردینے والی غلطی نہ تھی - ایک فراموش کردینے والا قصور نہ تھا - سلطان کے حکم کی تعمیل کا نہ ہونا سینکڑوں لاتعداد انسانوں کی جانوں کے تلف ہونیکا پیش خیمہ - اس کے ہر ممکن - ناممکن حکم سے سرتابی کرنا طرح طرح کی مصیبتوں تکلیفوں اذیتوں میں پڑنا تھا -

نہا پجاری معہ جنگی حسینہ کے بھاگ گیا - مگر کس طرح ؟ کیونکر ؟ کہاں ؟ کیسے یہ ناقابل حل ہونیوالے سوال تھے سلطانی لشکر کے گردیں سے دو جسموں کا نادار سکر در جسموں کا نکل جانا کیونکر ہوا -

ایک ویران غیر آباد جگہ کئی بڑے بڑے تھیلے پڑے تھے سلطانی لشکر فتح کی خوشی سے خوش کئی قیدیوں کو قید کرنے کی بے انتہا دولت حاصل کرنے کی مسرت سے مسرور منزلوں پر منزل طے کرتا کہیں کا کہیں نکل گیا - تھوڑی دیر وہ تھیلے اسی طرح انہی کنکروں پتھروں پر ٹیلیوں کی کسی قدر آڑ میں چھپے پڑے رہے - ایک تھیلا اٹھا - نہا پجاری اپنی پوری شکل و شباہت - پورے جسم و قد کے ساتھ اس تھیلے میں سے نکلا اس نے پہلے چاروں طرف دیکھا کسی کو نہ دیکھ کر وہ اپنے آپ کو ایک اجاڑ جگہ پاکر اطمینان کے سانس لینے لگا - خوشی سے اسکا دل دھڑک رہا تھا - قید سے رہائی پانے کی وجہ سے وہ بلبیوں اچھل رہا تھا - اس نے سب تھیلوں کو باری باری کھولا دیکھا اور آخر سب سے آخر کے تھیلے میں سے ایک بے پانی ملے ہوئے ثمر کو ایک تپش کی برداشت نہ کئے ہوئے پھول کو نکالا - اس کی باچھیں کھل گئیں - اسکے مردہ ہونٹوں میں سے بدنما دانت نکل پڑے -

بیہوش جنگی حسینہ بدست پجاری دیوتا کے زانو پر سر رکھے پڑی تھی اور پجاری اسکے بے سنگار - بے عیب بے بناوٹ حسن کو دیکھکر صدقے اور قربان ہوا جارہا تھا -

پانی کے چھینٹے اور پجاری دیوتا کی پاک زبان سے نکلے ہوئے پاک لفظوں کی برکت سے لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ اپنے آپ کو پھر پجاری کی گرفت میں دیکھکر حیران ہوگئی۔ اسوقت وہ زخمی نہ تھی۔ کمزور تھی مگر بے ہمت نہ تھی اس کے خوبصورت شفاف ماتھے پر کئی شکنیں پڑ گئیں اس کے خون کے بہہ جانے۔ فاقوں رنجوں تکلیفوں کی وجہ سے زرد چہرے پر پھر سرخی دوڑ گئی اسنے پجاری کے زانو سے سر کو نہایت سرعت کیسا تھہ علیحدہ کیا۔ سامنے کھڑی ہو گئی اور کڑک کر بولی او بیحیا۔ تو یہ نہ خیال کر یو کہ میں عورت ہوں۔ کمزور ہوں اور اکیلی ہوں مجھے تجھہ جیسے بے ایمان کے پنجے سے چھڑانیوالا۔ میری عزت کو برقرار رکھنے والا میرا حامی اور مددگار ہے اور میری مدد کے لیئے ابھی اپنی بہترین نعمت پیدا کرنے کو موقع دیکھہ رہا ہے"۔

پجاری۔ مگر میں نے تجھے کیا کہا۔ ایمان کے دشمنوں سے۔ ملک کے دشمنوں سے جان کے دشمنوں سے میں نے تجھے جان پر کھیل کر بچایا جس کا یہ نفع

لڑکی۔ مگر میں نے تجھے کب کہا تھا۔ مجھے تیری رفاقت کی۔ تیرے جان پر کھیلنے کی کوئی ضرورت نہ تھی میں ان ملک کے دشمنوں۔ جان کے دشمنوں۔ مگر ایمان کے دوستوں شرافت اور رذالت میں تمیز کرنیوالوں میں خوش تھی۔

پجاری۔ تو ایک ہندو دہرم کی ہوکر ایک ہندو دہرم کے پردے گھر پیدا ہوکر بتوں کے خدمت کرنیوالوں کی ناچیز لونڈی ہوکر یہ کیا کہہ رہی ہے؟"

لڑکی میں وہ کہہ رہی ہوں جو درست ہے۔ میں وہ کہہ رہی ہوں جو ٹھیک ہے آ آنکھیں کھول دیکھہ کون سچا ہے۔ تو بتوں کا سب سے بڑا خدمت کرنیوالوں کا سردار بوڑھا مجسم فریب لمبی داڑہی۔ لمبی قبا رکھنے والا کس قدر کمینہ۔ نفس پرست ہے اور دیکھہ وہ جوان جنگجو لڑاکے۔ جنکے خوف سے تمہاری جان نکل رہی ہے جن کا ہول۔ دبدبہ تم جیسے کم ظرفوں کے کم ظرف دلوں پر پڑا ہوا ہے کسقدر پاک۔ ہر نیک وبد کو سوچنے والے دوسرے کی مرضی کے خلاف انگلی نہ اٹھانیوالی کمزور سے کمزور کی عزت برقرار رکھنے والے ہیں میں ہفتے سے زیادہ ان کے خیموں

ہیں۔ ان کے پاس۔ ان کے حکیموں کے زیر علاج رہی مگر وہ کمینہ حرکتیں۔ وہ سفلہ پن جو تونے ظاہر کیا اسنے کبھی ظاہر نہ ہوا۔ ارے تو دیکھیگا۔ ایک ایسا جوان جسکے لیے سلطان ششدر ہو رہا ہے معلوم نہیں کون ہے میرے پاس کئی دن رہا۔ وہ میرے دل کا مالک ہے اور ایک نظر میں مالک بن گیا مگر اسنے نظر تک اٹھا کے نہ دیکھا تھا یہ امانت آج میں تجھے کہتی ہوں اسکی ہے اسکی تھی اور اسکی رہیگی۔

پجاری۔ (غصے سے) بس اور ہندو مذہب کو بٹہ لگانیوالی۔ بزرگوں کے نام کو رسوا کرنیوالی خاموش رہ اس سے پیشتر کہ تو ان کمینوں کے پہلو کو گرم کرے میں تجھے کبھی زندہ نہ رہنے دوں گا۔ (ذرا ٹھہر کر) مگر لے میں تجھے پھر سوچنے کو وقت دیتا ہوں۔ اس معاملے پر غور کر" لڑکی نے کسی خیال کسی دلپسند خیال کے یکایک سوجھنے سے مسکرا دیا ایک بناوٹی ہنسی سے جلے بھنے پجاری کو مخاطب کیا۔ "تو کیا یہ تم نے سب باتیں درست سمجھی تھیں۔ میں تمہارے عشق کا تمہاری محبت کا ثبوت لیرہی تھی۔ اتنی ذرا سی بات پر اسقدر غصہ۔ بس واہ خوب کیا۔ اگر میں کچھ اور لیدتی تو اب تک مر بھی گئی ہوتی۔"

پجاری کی خونخوار بوڑھی آنکھوں میں ایک خوشی کی جھلک پیدا ہوئی وہ دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوا لڑکی کی طرف بڑھا۔ اور کہنے لگا "میری محبت کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ تمہیں۔ کس طرح تھیلوں میں لپٹ کر ان پر جو خالی کرکے پھینک دیئے گئے تھے گرایا اور خود گرا۔ میری محبت کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے۔ کہ مندر کی خوبصورت سے خوبصورت لڑکی کو تمہارے اور صرف تمہارے لئے چھوڑ دیا اب ہمیں کسی محفوظ جگہ کی تلاش کرنی چاہیے۔ محمود کو جب ہمارے بھاگ نکلنے کی خبر ہوئی تو اس پہاڑ کی غار غار ان گنجان درختوں کا پتہ پتہ ڈھونڈ ماریگا۔ لو تم اس پتھر کی اوٹ میں چھپی بیٹھی رہو میں جاتا ہوں کوئی جگہ ہی ڈھونڈتا ہوں اور کھانے کے لئے کوئی پھل وغیرہ جو دستیاب ہو سکیں گے لاتا ہوں۔"

پجاری یہ کہہ کر چلا گیا لڑکی حیران کچھ دیر اپنی حالت پر غور کرتی رہی اسے
جوان کی خوبصورت کبھی نہ بھولنے والی شکل ان پتھروں کنکروں پر ہواؤں اور دل
میں دکھائی دے رہی تھی اسنے ایک درد سے بھری ہوئی یاس و نا امیدی سے
لبریز آہ بھری ہر وقت روتے رہنے سے آنکھیں آنسوں کے نہ ہونے کی وجہ سے تکلیف
محسوس کرنے لگیں اس کے دکھے ہوئے دل پر زخم خوردہ مصیبتیں اٹھائے ہوئے
دل پر کبھی پوری نہ ہونے والی تمنا کے خوفناک بھوت وہمی بھوت چرکے لگانے
لگے اسے نا امید تھی بلکہ یقین تہا کہ وہ کبھی نہ کبھی اس جوان کو جس کے لئے اس نے
اتنی مصیبتیں اٹھائی ہیں۔ ملے گی مگر آج وہ امید نا امیدی وہ یقین ناممکن بنا
نظر آرہا تھا - محمود اب ادہر کاہے کو آئے گا۔ اسے کیا ضرورت پڑی ہے جو پہر اپنی
زحمت صرف ایک لڑکی غیر مذہب غیر کفو کی لڑکی کے لئے گوارا کرے لڑکی پتھر
سے اٹھہ کھڑی ہوئی ادہر ادہر اوپر نہایت اضطراب اور طبی بے قراری سے ٹہلنے لگی
اس کا دماغ اسکی عقل بیکار تھی وہ کچھہ سوچ نہ سکتی تھی - وقت گذرتا معلوم نہ
دیتا تہا۔ نہ معلوم وہ کتنی دیر اسی خیال میں غرق رہی بوڑہا پجاری آتا ہوگا اور
پہر یہاں اس کے دل کی دھڑکن بند ہو جاتی اس کا زعفرانی چہرہ اور زرد پڑجاتا
اسے زیادہ تکلیف معلوم ہوتی۔

یکایک ایک چہٹکارا پانیکا طریقہ - دنیا سے دنیا کی تکلیفوں سے نجات
حاصل کرنیکا علاج اس کے رنج و آلام کی فرودگاہ۔ غموں مصیبتوں کے آرام
گاہ دماغ میں آیا "خودکشی" ان گھڈوں میں جنکی نہ معلوم جنکی گہرائی عدم
تک تہی گرنا ہزار درجہ بہتر تہا اس متعفن مکار پجاری کی صحبت سے جو سراپا مکر وہ
تہا جسکا دل دماغ جسکی روح غلیظ تہی، جو دنیا کا کتا تہا زہد و پارسائی کے کپڑوں
میں شیطان تہا۔

وہ جلدی بہت جلدی کھڈ کے کنارے پہنچی۔ نیچے جہک کر دیکھا
کھڈ کی گہرائی - اندھیری گہرائی نہ معلوم گہرائی دیکھکر اسکا نسوانی مگر غیر ممتد دل

کانپ اٹھا وہ ڈری مگر بچاری کا خیال آتے ہی وہ ڈر بہادری میں تبدیل ہوگیا اس خطرے نے نڈری کی جوں اختیار کرلی۔ اسنے چاروں طرف حسرتوں سے بھری ہوئی نظر ڈالی عین جوانی میں عیش و مسرت کے دنوں میں وہ اس دنیا کو جسکا وہ تلخ تجربہ حاصل کر چکی تھی چھوڑنے پر مجبور کی جا رہی تھی ہوا کو ہوا میں اڑنے والے پرندوں کو آسمان کو آسمان میں رہنے والی مخلوق کو انہی پاکبازی صداقت معصومیت کا شاہد بنانے کے لئے اسنے آسمان کی طرف دیکھا۔ اس وقت اس کا چہرہ پرنور تھا بارونق تھا اسنے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے کہنے لگی یہ میری صداقت۔ راستبازی کے گواہ تم ہو اگر وہ پوچھے۔ وہ کون ؟ وہی جسکی امانت میں خود تھی۔ جسنے میرے ایمان پر میرے دل پر۔ میری ہر ایک چیز پر جو میری تھی جسکی میں مالک تھی قبضہ کرلیا تھا جو میں نے اسے خود قبضہ کرنے کے لئے دی تھی تباہ دیا قسمیں کھاکر۔ سچائی کا ثبوت دیکر تباہ دیا۔ کہ وہ مرتے دم تک۔ تجھے یاد کرتی رہی۔ تیری یاد کے بغیر اس کے دل میں کسی کی یاد نہ تھی تیری محبت کے بغیر وہ ہر ایک کی محبت کو ٹھکراتی تھی۔

ہاں میرا مذہب۔ میرا مذہب وہ ہے مجھے مذہب سے کیا سروکار خبر تم نے بھی کہدیا میرا مذہب وہ ہے جو میرے دنیا میں سب سے زیادہ پیار کیا تھا۔ میرا مذہب وہ ہے جو میرے اس کا تھا جسے میں پہلی نظر میں ہی اپنے ایمان کا اپنے دہرم کا اپنی جان ومال کا مالک تصور کر چکی ہوں اچھا تو خدا حافظ اب کوئی ایسی بات نہیں جو میں نے تمہیں بتا نہیں دی"

ایک پاؤں زمین سے اٹھا۔ ہوا میں تلا اور پیچھے کھینچ لیا گیا۔ لڑکی نے اپنے آپکو اسی پجاری کی گرفت میں پایا۔ تلملائی ہاتھ پاؤں مارے مگر کنارے سے دور کھینچ لی گئی۔ چھوڑدے چھوڑدے میں نہیں چاہتی کہ پھر دوبارہ تیری منحوس شکل دیکھوں۔ جا دور ہو جا اور میرے باپ کی عمر کے بوڑھے۔ ہٹ جا جا مندر میں عبادت کر۔ اس عبادت کے فریب انہی معصوموں کو دے جو تیرے

نئے اور دلکش ناولوں کے مستقل خریدار ہونیوالے قواعد میری صفت مفصل بکڈپو لاہور سے طلب کریں

جال میں پھنس جائیں اور دم نہ مار سکیں۔"

پجاری - لڑکی تو کیا کر رہی ہے۔ لے دیکھ - میں کتنے پھل لایا ہوں - تیرے آرام کیلئے ایک محفوظ جگہ تلاش کر کے آیا ہوں - چل - ہائے لے وہ آگئے - مجھے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آرہی ہے - آ - آ - خدا کے واسطے میرے ساتھ چل ... تو خاموش کیوں کھڑی ہے - دیکھ وہ ظالم مسلمان آتے ہیں - ابھی پہنچا چاہتے ہیں بھول گئی قید کی سختیوں کو اتنی جلدی بھول گئی اور میرے داتا اسے کیا ہو گیا میری پیاری بیٹی - آ -

بوڑھا یہ باتیں کرتا پیچھے کی طرف قدم بقدم چلا جا رہا تھا - اس کی توجہ لڑکی کی طرف تھی وہ لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا -

مسلمان سپاہی اب انسے سو گز کے فاصلے پر تھے مگر انکے اور انکے درمیان ابھی کئی پیچدار گھاٹیاں تھیں - بوڑھے پجاری نے بہر تیج کر گڑگڑا کر کر منت سے لڑکی کو کہا :- "تو نے میری محبت کی قدر نہ کی - اچھا - آ - میری بیٹی بن تیرا باپ تیرے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے - لڑکی نے اسکی کسی بات کا جواب نہ دیا - وہ اسکی طرف بت سی کھڑی دیکھ رہی تھی - بوڑھا اسی طرح پیچھے ہٹتا جا رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے لڑکی کو اس کی طرف آنیکا اشارہ کر رہے تھے - اسکی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں - آخر اسنے غصے سے جھلا کے کہا :- "یہ کمبخت مسلمان نہ معلوم ہمسے کیا سلوک کریں - میرے باپ بننے کے فریب میں بھی نہ آئی"۔ بوڑھے کی زبان سے ابھی یہ فقرہ پوری طرح ختم بھی نہ ہوا تھا کہ اسکا پاؤں رپٹا - لڑکی چونکی اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا آگیا - ایک دردناک چیخ کی آواز کان میں آئی - ادھر پجاری کی لاش چند قدم لڑھکتی ہوئی دکھائی دی - لڑکی نے آنکھوں کو ملا پھر غور سے دیکھا - مگر عمیق سیاہ اندھیری کھڈ کے بغیر اور کچھ دکھائی نہ دیا -

مسلمان سپاہی آپہنچے - لڑکی کو پکڑ جدھر سے آئے تھے ادھر ہی انہی خطرناک پہاڑوں میں - مہیب ڈراؤنی گھاٹیوں میں غائب ہو گئے۔

(۸) جنگل میں منگل رچ جائیگا۔ جشن جمشید اور نوروز فریدوں کو مات کرنیکا دن آپہنچا وہ پہاڑ جہاں سال کے بعد میلا لگتا۔ جہاں سال کے بعد اکھٹ ہوتا ہے۔ جہاں سال کے بعد ایک زبردست آگ جلائی جاتی۔ آج غزنوی جوانوں کے زرق برق لباسوں سے غزنوی جوانوں کی بھڑکیلی وردیوں سے غزنوی جوانوں کے تیز چمکدار ہتھیاروں سے جگمگا رہے ہیں۔

سلطان کا وہ سردار جو اسے جان سے زیادہ عزیز تھا جسے وہ دولت سی ملک سے عزت سے زیادہ پیار کرتا تھا۔ آج مل گیا۔ اور اسی خوشی میں یہ جشن منایا گیا۔ فوج کے ہر جوان نے نئے لباس پہنے۔ انہی خطرناک پہاڑوں میں انہی ڈراونی گھاٹیوں میں انہی جنگی عزی خیموں میں ایک عظیم الشان روشنی کی گئی، بادشاہ اپنے پرانے جاہ و جلال سے اسی شان و شوکت سے تخت پر اسکے داہنے ہاتھ پر وہی جوان جو آج اس دربار کی زینت اس دربار کی سجاوٹ معلوم دیتا ہے اور اسیطرح ہر سردار۔ ہر امیر۔ ہر مصاحب اپنے درجے رتبے کے مطابق اپنی اپنی جگہ بیٹھا۔

فوج خیموں کے اردگرد دشمن کی تاک میں۔ دشمن سے وقت پر مقابلہ کرنیکیلیے پہرہ رہی تھی۔

خیمے میں سکوت تھا۔ خاموشی کا عالم تھا سوئی کے گرنے تک کی آواز سنائی دی جاسکتی تھی۔ سلطان محمود اٹھا۔ اسنے پہلے خدا اور اس کے رسول کی حمد وثنا کہی پھر کہنے لگا: "اس مقصد کے لئے جس کے لئے ہم نے اپنے کئی بھائی مروائے کئی بہنوں ماؤں کو رانڈ اور بے اولاد کیا آج حاصل ہوگیا سومنات کی فتح جو بہانہ تھا۔ ہوگئی ہمنے اپنے اس سوداگر خون کا بدلہ لے لیا۔ جو انہوں نے انہی خطرناک پہاڑوں میں ڈراونی گھاٹیوں میں آگ میں جلایا تھا یہ شام ہمارے غربت کی آخری شام۔ ہمارے وطن سے جدا رہنے کی آخری شام ہے اور یہ صبح ہمارے کوچ کی پہلی صبح ہمارے وطن کی سمت چلنے کی پہلی صبح ہے"۔

سلطان اتنا کہکر رک گیا۔ تکبیر کی پرزور صدا ہر امیر پر مصاحب۔ ہر سپاہی کی زبان خیمے کے پردوں کو پھاڑتی ہوئی۔ اونچی چوٹیوں والے پہاڑوں سے ٹکرائی اور اسلامی ہیبت۔ اسلامی صداقت کا ثبوت نبیوں کا دل ہلا ہلا کر دینے لگی۔

چوبدار سر بسجود ہوا اور کہنے لگا۔ سپاہی اس سلطانی قیدی کو جو بھاگ گیا تھا۔ پکڑ لائے ہیں اور پیش کرنا چاہتے ہیں۔

قیدی حاضر کیا گیا۔ ایک بجلی تھی جو سلطان کے پہلو میں بیٹھے ہوئے جوان پر گری ایک سنسناہٹ تھی جو ہر ایک خیمے میں بیٹھنے والے نے اپنے جسم میں سر سے پیروں سے گذرتی ہوئی محسوس کی۔ لڑکی نے جوان کی طرف گھور کے دیکھا۔ اور پھر آنکھیں نیچی کرلیں۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس کے لئے تمام روشنی اندھیرے میں۔ گھپ اندھیرے میں بدل گئی اس کی ٹانگوں نے کھڑے رہنے سے جواب دیدیا اس کا سر چکر اگیا اور وہ اسی فرش پر بیہوش گر پڑی۔

سلطان کی تجربہ کار سرد و گرم چشیدہ آنکھوں نے سب کچھ بھانپ لیا لڑکی کے منہ پر پانی چھڑکا گیا۔ اسنے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے آنکھیں کھولدیں۔

جوان کا رواں رواں لڑکی کو گلے لگانیکیلئے بیتاب تھا۔ مگر شاہی رعب ولب ہر امر میں مانع تھا۔

لڑکی کھڑی ہوگئی۔ اور کن انکھیوں سے جوان کی طرف دیکھنے لگی۔
سلطان نے ذرا ترش ہو کر کہا۔ "کہاں ہے وہ بوڑھا جو تجھے لے گیا تھا؟"

لڑکی سلطان کی زبان نہ سمجھ سکی۔ جوان جھٹ بول اٹھا۔

عالی جاہ یہ ایک ایسے ملک کا اہل ہے جہاں سوائے ریت کے اور کچھ نہیں ہوتا ان کی ہوا علیحدہ۔ پانی علیحدہ۔ اسیطرح زبان بھی علیحدہ ہے میں اسی لڑکی کے گھر اسی لڑکی کے زیر علاج رہا۔ اسنے میری دو ہفتہ خدمت کی

اس ٹوٹی جھونپڑی کو بہشت سے بڑھکر آرام دہ بنا دیا اور وہیں میں نے اس کی
زبان سیکھی۔"

سلطان کے بارعب چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ تمام حالات سے انکے
چہروں کو دیکھکر آگاہ ہوچکا تھا۔

لڑکی آگے بڑھی سلطان کے قدموں پر جھکی پھر جوان کی طرف مخاطب ہوئی
"غیر مذہب غیر ملک کا خیال کیا۔ جانتی ہوں۔ کہ تم میرے سامنے زخمی ہوکر دشمنوں
کے ہاتھوں اسیر ہوگئے تھے۔ مگر پھر رہائی پاکر عیش و عشرت میں پڑ گئے اور اسے
بھول گئے جسنے راتوں کی نیند۔ پیٹ کی بھوک۔ جوانی کی عشرت تمہارے لیے
صرف غلط کی طرح بہلا دی تھی۔"

جوان۔ اسکا ثبوت میں ابھی نہیں دیسکتا۔ ہاں تم اب دیکھ لوگی۔ ادھر
اُدھر دیکھکر اور مطمئن ہوکر کہ اسکی زبان کوئی اور دوسرا نہیں سمجھ سکتا۔ کہ میں ایک
ایسی نعمت پر جو میرے لئے زہر ہے۔ ایک ایسی دولت پر جو میرے لئے حرام
ہے تمہارے اور صرف تمہارے لئے تھوک رہا ہوں۔ ....!

آدھی رات کے بعد تمام بتیاں گل کر دی گئیں۔ طلایہ فوج پہرے پر
مقیم ہوئی۔ اور باقی تمام کے تمام ایک خوشی کو ایک بے انتہا مسرت کو یعنی صبح اٹھتے
ہی وطن کی طرف رخ کرنیکی خوشی کو اپنے دھڑکتے ہوئے دلوں میں لیکر سو گئے
ایک خیمہ کی پچھلی دیوار کاٹی گئی۔ دو شخص جو پہلے سے ہی کسی کی انتظار میں
کھڑے تھے۔ اندھیرے میں چاروں طرف دیکھنے لگے۔ ایک سیاہ پوش خیمہ سے نکلا
اور جھپٹ کر دوسرے خیمے کی آڑ میں چھپ گیا۔ ان دو شخصوں سے نہایت
چالاکی سے آنکھ بچاکر دوسرے خیمے کے محافظ کو قتل کر ڈالا۔ اور اسطرح چلایا
کہ چوں بھی نہ کرسکا

سیاہ پوش خیمے میں گھس گیا۔ اور جاتے ہی اس شخص کو قتل کر ڈالا۔ جو
اس خیمہ میں پلنگ پر سویا ہوا تھا۔ ایک چیخ دردناک چیخ۔ اور پھر خرخر خون کے

اس ٹوٹی جھونپڑی کو سنائی دی۔

سیاہ پوش بغیر کچھ سوچے سمجھے خیمے سے نکلا۔ اب وہ دو شخص جو اس کے ساتھ تھے دکھائی نہ دیتے مگر اس نے کچھ پرواہ نکی اور جلدی سے دوسرے خیمے میں جو کچھ قدم کے فاصلے پر تھا گھس گیا۔ اور یہاں بھی وہی کام کیا جو پہلے خیمے میں کیا تھا ایک چمکدار چیز سیاہ پوش کے ہاتھ میں چمکی ایک جسم پر پڑی۔ ہائے کی آواز اور کلیجے کے ٹکڑے کو ساتھ لئے ہوئے زمیں پر گر پڑی۔

سیاہ پوش نے اپنا لبادہ اتار دیا۔ اب اس کا تند سرخ چہرہ اس کا شاہی لباس چاند کی اس روشنی میں جو بادلوں اور دروازے سے چھن چھن کر آرہی تھی دکھائی دیا۔ اسکی آنکھوں سے خون برس رہا تھا۔ اسکی مٹھیاں بند تھیں سنے ایک ایسی آواز میں جو کسی زخمی درندے کی چیخ سے مشابہت رکھتی ہے کہا۔ سو سو آرام سے سو مجھے تکلیف دینے والے۔ میرے دل کو اذیت پہنچانے والے آرام سے سو۔ عذرا کی محبت عذرا کی چاہت کو ٹھکرانا ایک جنگلی عورت۔ وحشی عورت سے محبت کرنا۔ ....

خیر اس نے بھی انہیں نازک مگر خونخوار۔ ہاتھوں سے اپنے کئے کی سزا پائی ہے اور تو بھی تیرا وہ دل بھی جو جنگلی لڑکی کی محبت کا دم بھرتا تھا جسمیں اس کی شکل اس کا عشق بسا ہوا تھا۔ اپنے کیفر کردار کو پہنچ چکا ہے۔

مگر عذرا تو نے کیا کیا۔ سلطان کے سب سے زیادہ عزیز ہیں اپنے سب سے زیادہ پیارے کو ایک بے حقیقت چیز کے لئے ایک بے وقعت بات کیلئے ہمیشہ کے لئے کھودیا۔ قبر میں سلا دیا۔ اپنے پیارے کی پیاری شے کو پامال کردیا تجھے ان دونوں کی خدمت کرنا تھی۔ انکی خوشی میں تیری خوشی انکی مسرت میں تیری مسرت۔ ہونی چاہئے تھی تو نے عشق کے نام کو بدنام کردیا تو نے محبت کو بٹہ لگادیا۔

نہیں ٹبہ۔ ۔ٹبہ کیوں۔ جب تیرا دہ جو تجہے سلطان۔
سے سلطان کی دولت سے سلطان کی حشمت سے زیادہ پیارا تہا دنیا میں نہیں
رہا تو ....

سلطان محمود کی عادت تہی۔ بلکہ دستور تہا۔ کہ رات کو اٹھکر ہمیشہ اگر
ملک میں ہو تو ملک کی اگر سفر میں ہو تو فوج کی دیکہ بہال کیا کرتا۔ آج ایک
تو اسنے چیخ سنی۔ دوسرے کھڑ بڑ نے جوان تمام واقعات کے وجود میں آنے سے
ہوئی اسے زیادہ حیران بنا دیا وہ اسوقت پہنچا جب عذرا جنگلی حسینہ اور جوان
دونوں کو قتل کر چکی تہی وہ دروازے پہ رک گیا اور اس کی تمام باتیں سننے
لگا۔ اب جس وقت اسنے عذرا کو عذرا کی گفتگو کو بغور دیکہا اور سنا نہ رہ سکا اور
اسوقت جب عذرا کہہ رہی تہی۔

کیوں۔ جب تیرا دہ جو تجہے سلطان سے سلطان کی دولت سے سلطان
کی حشمت سے زیادہ پیارا تہا۔

دنیا میں نہ رہا۔ .... وہ جہپٹ کر اندر
آیا۔ اسنے آتے ہی عذرا کے پہلو میں اپنا وہ خنجر جو اسنے محض
اس کی جان لینے کے لئے سونتا تہا مارا۔ اسنے شاہی رعب و داب
اور جاہ و جلال والی آواز میں کہا۔ تو تو بہی نہیں رہیگی۔

یہ کہکر سلطان نے جوان کی طرف جو اسے جان سے زیادہ
عزیز تہا ایمان سے زیادہ پیارا تہا دیکہا۔ اسے اپنی رقت کو تمام
کوشش سے روکا۔ مگر نہ رک سکا۔

اور تو بہی نہ رہیگی، کہتا ہوا محمود جیسا غیور سلطان۔ ایاز ایک غلام
کی مردہ نعش سے لپٹ کر دہاڑیں مار کر رونے لگ گیا۔

رسم جہان عشق کا اور ہی رنگ ہے اثر
سجدہ کناں ہے غزنوی بارگہ ایاز میں۔

شیخ محمد نذیر

تمام شد

نوٹس

ناول ہذا جسکے مصنف سے جملہ حقوق تحریری حاصل کیئے ہیں جسکے مسودہ کی کتابت ہونیکے بعد مسودہ اصل و کاپیئیں مصنف کو دی گئی جنہوں نے کاپیاں تو دو چار روز کے بعد صحیح کرکے واپس ہمارے بکڈپو میں عنایت کردیں اور مسودہ واپس نہیں کیا ہے۔ اس بات کو ہم صحیح طور پر نہیں کہہ سکتے ہیں کہ آیا مصنف کی نیت میں مسودہ کیمتعلق فتور ہوا جو انہوں نے واپس نہیں دیا یا ان سے گم ہوا یا کیا ہوا۔

ثبوت ہمارے پاس موجود ہے کہ ناول مذکورہ کے جملہ حق حقوق مصنف نے ہمیشہ کیلئے ہمیں دیئے ہوئے ہیں مگر پھر بھی بغرض اطلاع عام مشتہر کیا جاتا ہے کہ ناول موسومہ کے جملہ حقوق ہمارے حق میں محفوظ ہیں جو کوئی صاحب اس ناول کے مضمون کو الٹ پلٹ کر غرضیکہ کسطرح خود شائع کریگا یا چھپوائیگا کسطرح حصہ لیگا تو وہ قانون کی برخلاف کریگا جو ہر قسم ہماری ہرجہ و خرچہ کا ذمہ وار بھی ہوگا اور اس کا فعل مرتکب نقصان سمجھا جاویگا جسکی برخلاف قانون چارہ جوئی کیجائیگی۔ مینجر فضل بکڈپو

مورخہ ۲۰ جنوری

جنگ

کلکتہ

کلکتہ کے ایسٹ انڈین بینک میں چوری ہو گئی لاکھوں روپے غائب ہو گئے۔ چونکہ یہ بینک گورنمنٹ کی طرف سے کھلا ہوا تھا اس لئے گورنمنٹ کو بھی اس چوری سے سخت صدمہ پہنچا اور اسنے چوروں کا سراغ لگانے کے لئے کئی بڑے بڑے جاسوس مقرر کر دیئے گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ ایک پستول اور ایک لاکھ روپیہ اس شخص کو انعام دیا جاویگا۔ جو چوروں کا سراغ لگاکر گورنمنٹ کی مدد کرے۔

بینک کی چوری لوگوں کے لئے کوئی حیرانی کی بات نہ تھی کیونکہ ان دنوں کلکتہ میں ہر روز ایک دو واردات ضرور ہو جاتی تھیں۔ جب سے یہ وارداتیں شروع ہوئیں۔ ان سے ایک ماہ پہلے بمبئی کا مشہور ڈاکو سروپ بمبئی جیل میں قید تھا۔ جیل سے بھاگ گیا تھا۔ اس لئے لوگوں کو پورا یقین تھا۔ کہ یہ تمام چوریاں اسی ڈاکو کے ذریعے ہو رہی ہیں

جو جاسوس اس کام میں لگے۔ ان میں یوگیش چندر ایک کلکتے کا جاسوس بھی شامل تھا۔ یوگیش چندر کوئی مشہور جاسوس نہ تھا۔ اس نے اس سے پہلے صرف ایک دو جاسوسی کے معمولی کام کئے تھے۔ تاہم انعام کے لالچ میں آکر اس نے اس بڑے کام میں ہاتھ ڈالا۔ اور ہمہ تن سراغ لگانے میں مشغول ہو گیا۔ کئی دن گذر گئے۔ مگر چوروں کو گرفتار کرانا تو درکنار کوئی ان کا ذرا بھی سراغ نہ لگا سکا۔

کلکتہ کا سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر کیو ہر روز جاسوسوں کی انتظار میں رہتا تھا۔ کہ شاید آج کوئی جاسوس آکر چوروں کی خبر دے۔ مگر کسی نے آکر کوئی خبر نہ دی۔ اگر کوئی آتا بھی تو یہ کہہ کر چلا جاتا۔ کہ ابھی تک کوئی سراغ نہیں ملا۔ ادھر چوریوں اور خونوں کی ہر روز ایک دو نئی وارداتیں ضرور ہو جاتی تھیں تمام شہر میں پولیس کے پہرے مقرر کر دیئے گئے تھے۔ مگر چور پولیس کی آنکھوں میں دھول ڈالکر اپنا کام کر جاتے تھے۔ ان حالات کیوجہ سے مسٹر کیو کا دل بہت بیچین ہو رہا تھا۔

دوسرا بیان

کلکتہ کے مغرب کیطرف ایک بہت لمبا چوڑا پہاڑ چلا گیا ہے اِس پہاڑ کی ایک غار میں چند آدمی بیٹھے ہیں۔ اور آپس میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں۔ اُن میں سے ایک جس کے چہرے کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان سب کا سردار ہے۔ اٹھکر بولا:۔

"میرے وفادار دوستو! بینک کی چوری کرنے میں آپ نے جو بہادری دکھائی ہے۔ اُس کیلئے میں آپ کا تہ دل سے شکر گذار ہوں مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ کامنی کمار نے اس کام میں سخت بزدلی دکھائی ہے۔ اور نہ ہی اُس نے میرے حکم کی پرواہ ہی کی ہے۔ میں ایسے بزدل شخص کو اپنے دل میں رکھنا نہیں چاہتا۔ لیکن اگر میں نے اِسے اپنے دل سے خارج کر دیا تو یہ ہمارا تمہارا راز فاش کر دیگا۔ اس لئے اسے جان سے مار ڈالنے کے سوائے اور کوئی تدبیر نہیں۔ آپ کی اس معاملے کیا رائے ہے"؟

تمام آدمی (یکزبان ہوکر) "اُسے مار ہی ڈالنا چاہیئے۔ اِس کے بعد انہوں نے اپنے لمبے لمبے چھرے نکال لئے۔ اور کامنی کمار پر ٹوٹنا ہی چاہتے تھے۔ کہ کامنی کمار اُن کے سردار کے پاؤں پر گر پڑا اور معافی کے لئے التجا کی۔ یہ دیکھ تھوڑی دیر کے لئے تمام آدمی ٹھہر گئے اور دیکھنے لگے۔ کہ کامنی کمار کیا کہتا ہے۔

کامنی کمار۔ "اس دفعہ آپ مجھے معاف کریں۔ اگر آیندہ کبھی میں نے اس طرح بزدلی دکھائی۔ تو آپ کو مجھے مارنے کا پورا پورا اختیار ہو گا"

چوروں کا سردار۔ اچھا اس دفعہ تم کو معاف کیا جاتا ہے۔ مگر

آئیندہ بہادری سے دُشمن کا مقابلہ کرنا اور اس کے آگے بھاگنے کی کوشش نہ کرنا"

کامنی کمار۔ آئندہ ایسا ہی کرونگا"

سردار "اچھا تو اب تم بے فکر ہو کر ہمارے ساتھ رہو۔ کل ہم نے رام کشن نامی سوداگر کے ہاں چوری کرنی ہے۔ وہاں ہمارے ساتھ چلنا۔

کامنی کمار۔ بہت اچھا۔

سردار۔" شاباش بہادر! مجھے یقین ہو گیا۔ کہ اب واقعی تمہاری بزدلی جاتی رہی ہے۔"

اس کے بعد تمام چور سو رہے۔ کامنی کمار بھی بظاہر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ مگر درحقیقت مستعدی سے جاگتا رہا۔ جب اس نے دیکھا۔ کہ تمام ڈاکو نشۂ نیند میں مخمور ہیں۔ تو وہ چپکے سے اُٹھا اور غار کے باہر کی طرف چلا گیا۔

جب ڈاکو اُٹھے۔ تو کامنی کمار کو وہاں نہ پا کر سخت حیران ہوئے ان کا سردار بولا۔ واقعی کامنی کمار ہمارے ساتھ دھوکا کر گیا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ ہم سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا ہے۔ اب تو وہ ضرور ہمارا تمام راز فاش کر دیگا (کچھ دیر سوچنے کے بعد) مگر نہیں وہ ایسا کبھی نہیں کریگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے۔ کہ ہم کوئی معمولی ڈاکو نہیں۔ جو کوئی ہمارے خلاف ذرا بھی کاروائی کرتا ہے۔ ہم اُسے جان سے مارے بغیر نہیں چھوڑتے۔ اس بات کا اسے اچھی طرح خیال رہے گا۔ مگر شائد وہ کسی کام کے لئے کہیں گیا ہو۔ کچھ دیر تک واپس آ جائے۔"

ایک سپاہی "ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہمیں پوری پوری

امید ہے۔ کہ وہ ہمارے ساتھ کبھی دغابازی نہ کریگا۔ اُسے کبھی ہمارا راز فاش کرنے کا حوصلہ نہیں ہو سکتا"

سردار۔ "اچھا کل جاکر اسکو تلاش کریں گے"

اس کے بعد ایک آدمی ایک کوٹھڑی کے اندر گیا۔ اور شراب کی کئی بوتلیں اُٹھا لایا۔ تمام ڈاکو شراب پینے میں مشغول ہو گئے اور چند منٹ میں تمام بوتلیں خالی کر ڈالیں۔

تیسرا بیان

صبح کا وقت کیسا سہانا ہے۔ اس وقت سب لوگ، خوش و خرم نظر آتے ہیں۔ کچھ دیر کیلئے دنیاوی فکروں کو الگ رکھ دیتے ہیں۔ صبح کے نکلتے ہوئے سورج کی کرنوں سے ارغوانی چوٹیوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں لوگ چہک چہک کر ایک درخت سے دوسرے درخت پر جانے والی خوبصورت اور رنگ برنگی چڑیوں کی بولی سن کر دُنیاوی کاموں کو بھول جاتے ہیں لیکن ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نوجوان پر جو ہمارے سامنے ایک صاف پتھر کی چٹان پر بیٹھا کچھ سوچ رہا ہے۔ ان باتوں کا اثر ہو رہا ہے؟ کیا وہ اِدھر اُدھر اڑنے والی چڑیوں کی بولی پر دھیان دے رہا ہے۔ کیا وہ اِس بات کو سوچ رہا ہے۔ کہ اسوقت کی ٹھنڈی ہوا بدن کو پھرتیلا اور تندرست بنانے کا کیا مقناطیسی اثر رکھتی ہے؟ نہیں اِس کا ان میں سے کسی طرف دھیان نہیں۔ وہ اسوقت کسی اور ہی فکر میں ڈوبا ہُوا ہے۔

کچھ دیر اس طرح بیٹھے ہوئے سوچنے کے بعد وہ اپنے آپ ہی کہنے لگا۔ ”دو ہفتے تو مجھے اس طرح چھپے ہوئے ہو گئے۔ اب میں اور کتنا عرصہ اسطرح پڑا رہوں۔ ایک نہ ایک دن تو ضرور پکڑا ہی جاؤں گا۔ اس غار کے ڈاکوؤں کا سردار سہراب کوئی معمولی ڈاکو نہیں۔ وہ تو گورنمنٹ کو اپنی انگلیوں پر نچا رہا ہے۔ میں اسکے سامنے کیا چیز ہوں۔ اسوقت وہ ضرور میری تلاش میں ہوگا۔ اور اگر اُسے میرا پتہ معلوم ہو گیا۔ تو وہ مجھے جان سے مارے بغیر نہ رہیگا۔ اسکے ساتھی بھی کم بہادر نہیں۔ وہ بھی میری تلاش میں ہونگے۔ تو کیا میں کسی طرح سے ان ڈاکوؤں کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا؟

کیوں نہیں اس بینک کی چوری کی وجہ سے پولیس ضرور ان کے پیچھے لگی ہوگی۔ اگر میں کسی پولیس کے آدمی سے مل کر ان کا تمام راز فاش کردوں۔ ان کی غار کا تمام حال بتادوں۔ تو پولیس ضرور انہیں گرفتار کرلیگی۔ اور اس سے مجھے ہمیشہ کیلئے ان کے ہاتھوں سے نجات مل جائیگی۔ اچھا میں کلکتہ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس مسٹر کیو سے ہی جا کر ملتا ہوں ؟؟

یہ کہہ کر وہ اُٹھا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس سڑک پر جانے لگا۔ جو اس جگہ سے سیدھی شہر کے بیچ میں سے ہوتی ہوئی تھانہ کی طرف جاتی تھی۔ ناظرین جان گئے ہونگے۔ کہ یہ وہی کامنی کمار ہے۔ جو کہ ڈاکوؤں کی اس غار سے بھاگ گیا تھا۔ تھوڑی دور جانے پر وہ ایک دم ایکجگہ کھڑا ہوگیا۔ اور اپنے آپ ہی کہنے لگا "اس میں شک نہیں۔ کہ میں پولیس میں خبر دیکر انہیں گرفتار کرادونگا۔ مگر پولیس مجھے بھی تو نہیں چھوڑیگی۔ میں بھی تو ان ڈاکوؤں کا ساتھی ہوں کیونکہ جتنا قصور ان کا ہے۔ اتنا میرا بھی تو ہے۔ میں بھی تو ان کے ساتھ ڈاکہ زنی کرتا رہا ہوں۔ کیا یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ کہ اور ڈاکوؤں کو تو سزا ملے اور میں اکیلا بری ہو جاؤں؟ کبھی نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ تو پھر میں کیا کروں۔ پولیس کو بھی اطلاع دینا واجب نہیں۔ سنا ہے۔ کلکتہ کا سراغرساں یوگیش چندر بھی چوروں کے تعاقب میں لگا ہے۔ وہ میرا پرانا دوست ہے۔ چوروں کے دل میں شامل ہونے سے پہلے میں اکثر اس کے ہاں ہر روز آتا جاتا تھا۔ اب بھی وہ میری ہر طرح مدد کرے گا اس لئے بہتر ہے۔ کہ میں اسے جاکر اپنا تمام حال سناؤں"۔

اتنا کہنے کے بعد وہ سیدھا دھرم تلا سٹریٹ کی طرف گیا اور اس سٹریٹ کے پندرہ نمبر کے مکان کے نیچے کھڑے ہوکر یوگیش چندر کو دستک دی تھوڑی دیر بعد یوگیش چندر نیچے آیا نیچے آتے ہی اُسکے ساتھ ہاتھ ملانے کے بعد اسے اوپر لے گیا۔ کامنی کمار کو ایک کرسی پر بیٹھنے کیلئے کہہ آپ بھی اس کے سامنے ایک کرسی پر بیٹھ کر بولا۔ کامنی کمار! آپ بہت دیر کے بعد ملے کیا

کہیں چلے گئے تھے"۔

کامنی کمار۔"وہ نہیں ایک خاص کام میں پھنس گیا تھا"

یوگیش چندر۔کونسا ایسا کام آن پڑا تھا۔جسکی وجہ سے تمہیں مجھے ملنے کا بھی بالکل وقت نہ ملا۔

کامنی کمار۔"میں ابھی آپ کو اس کا تمام حال سناتا ہوں۔مگر اسکو سننے سے پیشتر آپ مجھ سے وعدہ کریں کہ مجھے اپنا ایک پرانا دوست سمجھتے ہوئے آپ مجھ سے دغابازی نہ کریں گے۔بلکہ ہر طرح سے مدد کریں گے"

یوگیش چندر۔"(حیرانی سے)"آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔کیا آپ کامنی کمار نہیں۔"

کامنی کمار۔"میں ہوں تو آپ کا وہی پرانا دوست کامنی کمار۔مگر اس وقت میں ایک ایسے جرم کا مرتکب ہوا ہوں۔کہ جس سے بچنا دشوار ہے"

یوگیش چندر۔کہئے معاملہ کیا ہے؟"

کامنی کمار۔ یہ تو آپ پر اچھی طرح سے واضح ہے۔کہ ایک ماہ سے آئے دن کلکتے میں چوریوں کی وارداتیں شروع ہیں۔یہ بھی آپ جانتے ہیں۔کہ جس دن سے یہ چوریاں شروع ہوئی ہیں۔اس دن سے چند یوم پہلے سہراب نامی بمبئی کا مشہور ڈاکو جیل سے غائب ہے۔اس سے سب لوگوں کا یہ خیال ہوگا۔کہ یہ تمام چوریاں اسی ڈاکو کے ذریعے سو رہی ہیں"۔

یوگیش چندر۔"ہاں سب لوگوں کا یہی خیال ہے۔کہ اس طرح سے خفیہ چوریاں سہراب کے سوائے اور کوئی نہیں کرتا تھا"!

کامنی کمار۔"پیچھے جو ایسٹ انڈین بینک کی چوری ہوئی ہے۔وہ بھی آپ جانتے ہوں گے۔کہ اسی ڈاکو کے ذمہ لگی ہوئی ہے۔

یوگیش چندر۔"ہاں تو کیا آپ کو بھی۔ان چوریوں کے بارے میں کچھ معلوم ہے"؟

کامنی کمار۔ "کیوں نہیں"!

یوگیش چندر۔ "کہنے میں الیٹ انڈین بینک کی چوری کے بارے میں آج کل تحقیقات کر رہا ہوں۔

کامنی کمار" ایک بار آپ پھر مجھ سے وعدہ کریں۔ کہ میرا راز فاش نہ کریں گے اور اگر میں کسی طرح سے گرفتار بھی ہو گیا۔ تو آپ مجھے رہا کرانے میں دل و جان سے کوشش کریں گے"!

یوگیش چندر۔ "میں تو آپ کو پہلے ہی کہہ چکا ہوں۔ کہ میں ہر طرح سے آپ کی مدد کروں گا"

کامنی کمار" تو اچھا سنئے۔ یہ تمام چوریاں سہراب اور اس کے ساتھی جن میں میں بھی شامل ہوں۔ کر رہے ہیں۔ جسوقت سہراب چوری کرنے کے لئے بینک کے اندر گیا۔ مجھے کہہ گیا۔ کہ میں تو اسکے آنے کی بینک کے پیچھے طرف کھڑے ہو کر انتظار کروں۔ چند منٹ تو میں اس جگہ کھڑا رہا۔ مگر تھوڑی دیر لعبد بینک کے ایک پہرے دار کو اس طرف آتے دیکھ کر بھاگ گیا۔ جب سہراب باہر آیا تو مجھے وہاں نہ پا کر اسے بہت غصہ آیا۔ جب دوسرے دن ہم سب اپنے رہنے کی جگہ پر اکٹھے ہوئے۔ تو سہراب نے اپنے ساتھیوں کو مجھے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ لاچار میں نے معافی مانگ کر جان بچائی۔ اور وہاں سے بھاگ نکلا۔ آج مجھے وہاں سے بھاگے دو ہفتہ ہو گئے ہیں۔ جب کبھی مجھے سہراب کا خیال آتا ہے۔ تو کلیجہ کانپ اٹھتا ہے۔ اگر پولیس کو خبر دوں۔ تو میں خود بھی ان کے ساتھ گرفتار ہو جاؤں گا۔ اس لئے جسطرح سے ہو سکے میری مدد کریں"۔

یوگیش چندر۔ "پھر تو آپ کو معلوم ہو گا۔ کہ ڈاکو کہاں رہتے ہیں۔ اور یہ چوری کا مال کہاں کہاں جمع کرتے ہیں"؟

کامنی کمار" ہاں تمام ڈاکو ایک پہاڑ کی غار میں جو کہ یہاں

سے دس میل کے فاصلے پر ہے۔ رہتے ہیں۔ اور اسی غار میں تمام چوری کا مال جمع ہے۔

یوگیش چندر - آج آپ مجھے اپنے ساتھ لے جاکر غار دکھائیں میں پولیس کو اپنے ساتھ لیجاکر تمام ڈاکوؤں کو گرفتار کرادوں گا۔ اِس سے تمہیں کسی کا خوف نہ رہیگا۔

کامنی کمار "تو آج رات کو نو بجے کے قریب چلیں۔ کیونکہ اس وقت ڈاکو لوٹ مار کے لئے باہر گئے ہوں گے۔ اور ہمیں کوئی دیکھنے نہ پائے گا۔ دن کے وقت وہ وہیں رہتے ہیں"۔

یوگیش چندر "بہت اچھا۔ اس وقت تک آپ یہیں رہیں"۔

کامنی کمار ۔ ہاں جب تک کہیں میں آپ کے ہی ہاں رہنے کو تیار ہوں" دو تین گھنٹے یوگیش چندر اور کامنی کمار اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہتے اتنے میں شام ہوگئی۔ (یوگیش چندر نے کھانا منگواکر کامنی کمار کو کھلایا اور خود بھی کھایا۔ کھانے سے فارغ ہوکر یوگیش چندر نے کپڑے پہنے اور کامنی کمار کے ساتھ اس غار کیطرف روانہ ہوگیا۔ دو گھنٹے کے سفر کے بعد دونو اُس غار کے نزدیک پہنچے۔ کامنی کمار نے یوگیش چندر کو باہر سے غار دکھادی اور اندر جانے کے راستہ کیطرف بھی اشارہ کردیا۔ اس کے بعد دونو واپس چلے آئے"۔

چوتھا بیان

مسٹر کیو ہر روز جاسوسوں کی انتظار میں رہتا تھا۔ مگر کسی جاسوس نے اگر کوئی خبر نہ دی۔ اس طرح مسٹر کیو کو انتظار کرتے کرتے دو ہفتے گذر گئے آخرکار ایک دن اُسے یوگیش چندر آتا دکھائی دیا۔ اُسے آتے دیکھ کر مسٹر کیو کو خیال ہوا۔ کہ اُسے ضرور کچھ نہ کچھ سراغ ملا ہے۔ یوگیش چندر نے آتے ہی سلام کرنیکے بعد مسٹر کیو کو کہا۔ جلدی پولیس کے دو صد آدمی لیکر میرے ساتھ چلئے“۔

یہ سن کر مسٹر کیو نے فوراً پولیس کے آدمیوں کو تیار ہونیکو کہا اور تھوڑی ہی دیر بعد مسٹر کیو پولیس کو ساتھ لیکر یوگیش چندر کے ساتھ روانہ ہو گیا“۔

یوگیش چندر مسٹر کیو کو اُسی پہاڑی کی غار کی طرف لیگیا۔ جسے کامنی کمار نے دکھا دیا تھا۔ غار کے پاس پہنچکر یوگیش چندر نے مسٹر کیو سے کہا ”اسی غار میں چور رہتے ہیں۔ اور اسی میں ان کا تمام خزانہ جمع ہے۔ اس وقت چور غار میں ہی ہونگے۔ اس لئے آپ پولیس کے آدمیوں کو ساتھ لیجا کر انہیں گرفتار کریں“۔

مسٹر کیو سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیکر غار میں داخل ہوا۔ اس نے اندر جا کر دیکھا۔ کہ کئی آدمی ایک کمرے میں سوئے ہوئے ہیں۔ سپاہیوں نے اندر جاتے ہی چاروں طرف سے ان کے گرد گھیرا ڈال لیا۔ ڈاکو ایسی گہری نیند میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ انہیں اُن کے آنے کی خبر بالکل نہ ہوئی۔ انہیں پولیس کی خبر تب ہی ہوئی جب پولیس نے سب کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں اس لئے مسٹر کیو کو ان کے گرفتار کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

اس کے بعد مسٹر کیو نے چند آدمیوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ اور باقی کے سپاہیوں کو اُن ڈاکوؤں کو جیل کی طرف لیجانے کا حکم دیا۔ ڈاکوؤں کے روانہ ہونے پر یوگیش چندر نے اسی کمرے کے ایک کونہ میں بہت بڑا پتھر دیکھا جس کے اٹھانے سے نیچے کی طرف جاتی ہوئی سیڑھیاں دکھائی دیں؛

یوگیش چندر مسٹر کیو کو اپنے ساتھ لیکر ان سیڑھیوں سے نیچے اُتر گیا نیچے اترنے سے ایک تہ خانہ دکھائی دیا جسمیں۔ کہ اشرفیوں کے انبار کے انبار لگے ہوئے تھے۔ مسٹر کیو ان اشرفیوں کو دیکھتے ہی دنگ رہ گیا۔ وہ اُلٹے پاؤں اوپر چڑھ گیا۔ اور ان سپاہیوں کو جن کو اس نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔ نیچے جانے کو کہا۔ وہ بھی نیچے اتر گئے۔ ایک آدمی کو مسٹر کیو نے تھانے سے گاڑی لانے کو بھیج دیا۔ باقی کے سب آدمی ان اشرفیوں کو اوپر لانے میں مشغول ہو گئے۔ جب وہ آدمی گاڑی کو لے آیا۔ تو مسٹر کیو نے اشرفیوں کو اُس گاڑی میں لدوا دیا۔ اور خود بھی گاڑی میں چڑھ کوچوان کو تھانے کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ باقی کے آدمی گاڑی کے پیچھے پیچھے پہرہ دیکر پیدل چلنے لگے۔ اور یوگیش چندر وہاں سے سیدھا اپنے مکان کی طرف چلا گیا؛

پانچواں بیان

یوگیش چندر اپنے مکان میں پہنچ کر کامنی کمار سے ملا۔ کامنی کمار پہلے ہی انتظار کر رہا تھا۔ یوگیش چندر کے آتے ہی کامنی کمار نے پوچھا۔ "کیوں جی! کامیابی ہو گئی؟"

یوگیش چندر۔ "ہاں۔ تمام بدمعاش گرفتار ہو گئے ہیں۔"

کامنی کمار۔ "کیا سہراب کو بھی کر لیا گیا ہے؟"

یوگیش چندر۔ "میں تو اسے پہچانتا ہی نہیں۔ میرا خیال ہے۔ کہ ان میں سہراب بھی ضرور ہو گا۔ کل ان کی عدالت میں پیشی ہو گی۔ وہاں آپ خود جا کر دیکھ لینا۔ کہ سہراب ان میں ہے۔ یا نہیں"

کامنی کمار "ہاں میں۔ ضرور چلوں گا"

دوسرے دن بارہ بجے کے قریب یوگیش چندر اور کامنی کمار کچہری کی طرف چل پڑے۔ آج دونوں کا چہرہ معمول سے زیادہ بشاش تھا۔

یوگیش چندر کی طبیعت تو اس لئے شگفتہ تھی۔ کہ اُسے جلد ہی انعام ملنے والا تھا۔ اور کامنی کمار اس لئے خوش تھا۔ کہ اُسے ان ڈاکوؤں کے ہاتھ سے رہائی مل گئی"

جب عدالت میں پہنچے۔ تو یوگیش چندر کی بہت آؤ بھگت کی گئی۔ اور بڑی عزت کے ساتھ اُسے ایک کرسی پر بٹھایا گیا۔ کامنی کمار بھی اس کے ساتھ ہی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ آدھ گھنٹے بعد مجرم کمرہ عدالت میں آئے کامنی کمار کا کلیجہ انہیں دیکھتے ہی کانپ اٹھا۔ اور اُس نے آہستہ سے یوگیش چندر کو کہا۔ "ان میں سہراب تو نہیں ہے"

یوگیش چندر کا بھی دل کامنی کمار کے ان الفاظ کو سن کر دہل گیا۔

مگر کسی دوسرے آدمی کو ان دونوں کا حال معلوم نہ ہونے پایا۔

کئی دن تک ان کا مقدمہ چلتا رہا۔ آخر کار عدالت نے سب ڈاکوؤں کو پانچ پانچ سال قید سخت کی سزا دی۔ اور یوگیش چندر کو ایک الکھ روپیہ و ایک پستول بطور انعام دی۔ یہ پستول کوئی معمولی پستول نہ تھی۔ اس میں ایک خاصیت یہ تھی۔ کہ اس کو چلاتے وقت اس میں سے آواز بالکل نہ نکلتی تھی۔ اور اس کے اوپر۔ آر۔ ایس۔ ڈی (Reward of the Greatetst detection) لکھا ہوا تھا یوگیش چندر اس انعام کو پا کر بہت خوش ہوا۔ لیکن کاشی کمار اس وقت بھی کچھ تفکرات میں غوطے کھا رہا تھا۔ اُسے سہراب کا فکر اب بھی ستا رہا تھا۔

یوگیش چندر نے کاشی کمار سے پوچھا "اب تمہیں کس کا خوف ہے؟"

کاشی کمار نے کہا۔ اصل مجرم سہراب تو ابھی گرفتار ہوا نہیں۔ اُسے ضرور میرا حال معلوم ہو گیا ہو گا۔ اور اب وہ مجھے مارنے کے درپے ہو گا۔

یوگیش چندر۔ اب تم اُس سے بے فکر ہو جاؤ۔ اس کے ساتھی گرفتار ہو گئے۔ تو وہ اکیلا کیا کر سکیگا"

کاشی کمار۔ وہ اکیلا ہی سب کچھ کر سکتا ہے۔ وہ بڑا چالاک ڈاکو ہے۔ اس سے خدا ہی پناہ دے۔"

یوگیش چندر۔ "اچھا میں اُس کا بھی انتظام کرونگا۔ پھر تو تمہیں کسی کی پرواہ نہ رہے گی۔"

کاشی کمار۔ "ہاں۔ اگر آپ اُسے گرفتار کرا دیں۔ تو میں تمام عمر آپ کا احسانمند رہوں گا۔"

یوگیش چندر۔ اچھا میں کوشش کرونگا۔"

چھٹا بیان

ان ڈاکوؤں کو گرفتار کرانے کے بعد یوگیش چندر کی شہرت چاروں طرف پھیل گئی۔ اگر کہیں کسی قسم کی چوری کی واردات ہوتی۔ تو لوگ فوراً یوگیش چندر کے پاس دوڑے آتے۔ یوگیش چندر بھی جامے میں پھولے نہ سماتا تھا۔

ڈاکوؤں کو سزا ہونے کے چند دن بعد ایک دن رات کو یوگیش چندر اپنے خاص کمرے میں سویا ہوا تھا۔ کہ کسی نے اس کے گال پر زور سے تھپڑ مارا اس سے وہ جاگ اٹھا۔ اور دیکھا۔ کہ اس کے سامنے ایک موٹا تازہ جوان چہرے کو نقاب سے ڈھکے بیٹھا ہے۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں رسیوں سے کسے ہوئے ہیں۔ یوگیش چندر کے جاگتے ہی اُس آدمی نے کہا "میں ہی سہراب ہوں۔ تم نے میرے آدمیوں کو گرفتار کرا دیا ہے۔ اگر مجھے گرفتار کراتے۔ تو میں تمہاری بہادری دیکھتا۔ اچھا اس میں تمہارا بھی کیا قصور تھا۔ سارا قصور کامنی کمار کا ہی تھا جس نے ہمارا پتہ تمہیں دیا تھا۔ اس لئے تمہیں تو معاف کرتا ہوں۔ مگر کامنی کمار کو نہ چھوڑوں گا۔ اگر تم مجھے کسی طرح گرفتار کرا دو گے۔ تو میں ناراض ہونے کی بجائے تم پر خوش ہوں گا۔ اس لئے تم اب مجھے گرفتار کرانے کی کوشش کرو۔

یوگیش چندر اس آدمی کی شکل دیکھتے ہی کانپ اٹھا اور ایک لفظ بھی اس کے سامنے بولنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آخر کار اٹک اٹک کر بولا۔ کامنی کمار کو آپ مار ڈالیں گے؟

سہراب "نہیں ابھی تو اسے اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا۔ پھر جیسا مناسب سمجھونگا۔ اس کے ساتھ سلوک کرونگا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ صبح تمہارے نوکر تمہاری رسیاں کھولیں گے۔"

اس کے بعد سہراب کمرے سے باہر نکلا۔ اور ایک گٹھڑی کو

سر پر اٹھا کر مکان سے باہر نکل گیا۔ اس گٹھڑی میں کامنی کمار اور چند کپڑے بندھے تھے۔ سہراب کے چلے جانے کے بعد یوگیش چندر نے اپنے نوکروں کو آوازیں دیں۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔ وہ حیران تھا۔ کہ سہراب مکان کے اندر کیسے داخل ہوا۔ کیا چوکیدار نے اُسے نہیں روکا۔ آخر کار اُس کے بار بار چلّانے پر ایک نوکر کمرے میں آیا۔ وہ یوگیش چندر کو اس طرح رسیّوں سے جکڑے ہوئے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس نے حیرت سے پوچھا۔ یہ کیا بات ہے۔"

یوگیش چندر نے کہا "کیا تم نے کسی آدمی کو مکان میں آتے نہیں دیکھا۔"

نوکر " میں تو گہری نیند میں سویا ہوا تھا۔ مجھے کچھ خبر نہیں آپ کی آوازوں سے میں بمشکل جاگا ہوں۔ اور آپ کے پاس چلا آیا ہوں۔"

یوگیش چندر۔ " اچھا میرے ہاتھ پاؤں سے رسیّوں کو کھولو۔ صبح سب حال معلوم ہو جائیگا۔"

نوکر نے بڑی مشکل سے رسیّوں کو کھولا۔ اور چلا گیا۔

یوگیش چندر کو نیند آگئی۔ اور صبح آٹھ بجے تک اُس کی آنکھ نہ کھُلی

یوگیش چندر نے صبح اٹھتے ہی چوکیدار کو بُلایا اور اُس سے پوچھا " کیا تم نے رات کو مکان میں آتے کسی آدمی کو نہیں دیکھا۔"

چوکیدار۔ " دیکھا تھا۔ اور میں نے اُسے روکا بھی تھا۔ مگر اس نے جھٹ اپنی جیب سے ایک پستول نکال مجھے دکھا کر کہا اگر ذرا بھی آواز نکالی۔ تو ابھی فائر کر دونگا۔ میں پستول دیکھ کر ڈر گیا۔ اور چپ چاپ کھڑا رہا۔ اس کے بعد وہ مکان کے اندر چلا گیا۔ اور اندر کا دروازہ بند کر لیا پھر آدھ گھنٹے بعد ایک گٹھڑی سر پر اٹھائے ہوئے مکان سے باہر

نکلا اور چلا گیا۔"

یوگیش چندر سمجھ گیا۔ کہ اس گٹھڑی میں کامنی کمار بندھا ہوا ہوگا اِس کے بعد یوگیش چندر نے ایک نوکر کو اپنے کپڑے لانے کا حکم دیا۔ نوکر کئی منٹ کپڑوں کو تلاش کرنے کے بعد واپس آکر بولا۔ "آپ کے روزمرہ پہننے کے کپڑے تو کہیں دکھائی نہیں دیتے۔"

یہ سن کر یوگیش چندر خود اٹھ کر اس جگہ گیا۔ جہاں کہ اس نے کپڑے اُتار کر رات کو سوتے وقت رکھے تھے۔ مگر وہاں کپڑے نہ دیکھ کر وہ سخت حیران ہوا۔ انہیں کپڑوں میں اُس کے کوٹ کی جیب میں وہ انعامی پستول تھی۔ اِس پستول کے چلے جانے سے یوگیش چندر کو سخت افسوس ہوا۔ مگر اس نے اتنے میں خیریت سمجھی۔ کہ اسکی اپنی جان تو بچ گئی

ساتواں بیان

اپنے دِلی دوست کاشی کمار اور انعامی پستول کو کھو بیٹھنے کیوجہ سے یوگیش چندر ہر وقت غمگین رہنے لگا۔ ایک دِن وہ اپنے مکان میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک سوداگر آتا دکھائی دیا۔ اُس نے آتے ہی یوگیش چندر سے کہا "مجھے ابھی ایک چٹھی وصول ہوئی ہے۔ جسمیں کسی نے لکھا ہے کہ وہ آج رات کو بارہ بجے میرے مکان میں چوری کرے گا۔ اگر آپ میری اس معاملے میں مدد کریں۔ تو میں آپ کو جتنا روپیہ کہیں گے دونگا"

اِتنا کہہ کر اُس سوداگر نے جیب سے ایک چٹھی نکال کر یوگیش چندر کے ہاتھ میں دی۔ چٹھی میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی تھی۔

" کرشن چندر۔

مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ تم نے پچھلے دِنوں اپنی بیوی کے لیے ایک سونے کا ہار بنوایا ہے۔ جسمیں کہ کئی قیمتی ہیرے جڑے ہوے ہیں۔ سننے میں آیا ہے۔ کہ اسکی قیمت کم از کم پانچ ہزار روپیہ ہوگی۔ میں اسکو اڑا لے جانا چاہتا ہوں۔ اِس لئے آپ جسطرح سے چاہیں۔ اِسکو بچانے کا اِنتظام کریں ؞

میں اِسکو آج رات کو بارہ بجے اڑا کرلے جاؤں گا۔ بہتر ہوگا۔ کہ اگر آپ اِس وقت کلکتہ کے سب سے بڑے جاسوس یوگیش چندر کو بُلا رکھیں کیونکہ اِس کے ہوتے ہوئے شاید میری جرأت نہ پڑے ؞

آپکا دوست

سہراب ڈاکو"

اس چھٹی کو پڑھتے ہی یوگیش چندر کا کلیجہ کانپ اُٹھا۔ اس نے سوچا کہ سہراب سے مقابلہ آپڑا ہے مگر سوداگر کو بھی اُس کے مکان پر جانے سے انکار کرکے وہ مایوس نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے کہا۔ اچھا ابھی تو چار بجے ہیں۔ رات کو بارہ بجے سے پہلے ہی میں آپ کی دوکان پر پہنچوں گا۔ آپ اپنی دوکان کا پتہ مجھے دے جائیں۔

یہ سن کر سوداگر نے اپنی دوکان کا پتہ لکھا دیا۔ اور وہاں سے چلا گیا۔ رات کو گیارہ بجے کے قریب یوگیش چندر اُس سوداگر کے ہاں جانے کو تیار ہوا ہی تھا۔ کہ ایک آدمی آتا دکھائی دیا۔ اُس نے آتے ہی یوگیش چندر کے ہاتھ میں ایک چھٹی دی۔ اور بولا۔ جناب آپ کی مدد سے کام چلیگا۔ نہیں تو وہ تمام عمر کی میری کمائی ایک منٹ میں اُڑا لے جائے گا۔"

یوگیش چندر نے وہ چھٹی پڑھنی شروع کی۔ اس چھٹی میں ذیل کی عبارت درج تھی۔

رستم جی

مجھے معلوم ہوا ہے کہ پچھلے چند مہینے میں تمہیں اپنے کاروبار میں بہت فائدہ ہوا ہے۔ اور کئی ہزار روپیہ تم نے کمایا ہے۔ اس روپیہ سے تم نے ہیرے خریدے ہیں۔ ان ہیروں کی قیمت قریباً پچاس ہزار روپیہ ہوگی۔ تم نے وہ ایک لوہے کے صندوق میں بند کرکے اپنے مکان کی ایک کوٹھڑی میں رکھے ہوئے ہیں۔ تمہارا خیال ہے۔ کہ اس صندوق کا کسی کو پتہ نہیں۔ مگر مجھے اس کا کل حال معلوم ہے اس لئے آج رات کے بارہ بجے میں اس صندوق کو اُڑا لے جاؤنگا آپ جسطرح چاہیں۔ اُنکو بچانے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ بلکہ یوگیش چندر نامی جاسوس سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔ اگر کسی طرح میرا ارادہ اس صندوق

کو اڑانے میں نہ لگا۔ تو کرشن چندر نامی سوداگر کی دوکان پر جاؤں گا۔ اور اس کا ہار اڑا لے جاؤں گا۔ مجھے کامل اُمید ہے۔ کہ ایک جگہ مجھے ضرور کامیابی ہوگی۔ دیکھیں یوگیش چندر آپ کی مدد کرتا ہے یا کرشن چندر کی۔ بس خبردار ہوکر رہنا۔

آپ کا دلی دوست

سہراب "ڈاکو"

اس چٹھی کو پڑھ کر یوگیش چندر کو سخت حیرانی ہوئی۔ وہ سوچنے لگا۔ اس ڈاکو نے تو خوب جال بچھا رکھا ہے۔ ایک نہ ایک جگہ تو ضرور چوری کر جائیگا۔ میں ایک ہی جگہ جا سکتا ہوں۔ اگر میں کرشن چندر کی دوکان پر جاؤں۔ تو وہ رستم جی کے ہاں جائے گا۔ اور ہیرے اڑا لے جائیگا۔ اگر میں رستم جی کے ساتھ جاؤں۔ تو وہ کرشن چندر کا ہار اڑا لے جائے گا۔ اچھا تو اب میں ان دو میں سے کس جگہ جاؤں کرشن چندر کے ہار کی قیمت تو پانچہزار روپیہ ہے۔ مگر ہیروں کی قیمت پچاس ہزار روپیہ کے قریب ہے۔ اس لئے مجھے ہیرے بچانے کی ہی کوشش کرنی چاہئے۔"

یہ سوچ کر یوگیش چندر نے رستم جی سے کہا۔ آج دو بجے کے قریب کرشن چندر بھی میرے پاس آیا تھا۔ اور اس نے اُسی ڈاکو سہراب کی چٹھی مجھے دکھائی تھی۔ اس میں بھی سہراب نے اس کے ہاں بارہ بجے چوری کرنے کو لکھا تھا۔ میں نے کرشن چندر سے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں اُسکی دوکان پر بارہ بجے سے پہلے آؤں گا۔ اور اس کی مدد کروں گا۔ اب میں اُس کے پاس جانے کو ہی تھا۔ کہ آپ آگئے۔ اب مجھے آپ کے ساتھ ہی جانا پڑے گا۔ کیونکہ آپ کے ہاں وہ ایک بھاری رقم کی چوری کر لے جائے گا۔ آپ کے ہیروں کی قیمت پچاس ہزار روپیہ ہے۔ اس لئے ہیروں

کو چوری سے بچانے میں بہتری ہے۔ چلئے میں آپ کے ساتھ ابھی چلتا ہوں۔ کیونکہ اب بارہ بجنے کے قریب ہی ہیں۔"

یہ کہہ کر یوگیش چندر اُٹھا۔ اور رستم جی کے ساتھ اُس کے مکان کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب یوگیش چندر رُستم جی کے مکان پر پہنچا۔ تو اُس وقت ساڑھے گیارہ بج گئے تھے۔ رستم جی نے ایک صندوق مکان کے اندر کی کوٹھڑی سے نکالکر یوگیش چندر کے پاس رکھ کر کہا۔ اس میں ہیرے ہیں۔ آپنے اِسی صندوق کو جس طرح سے ہو سکے بچانا ہے۔"

یوگیش چندر نے کہا۔ بس اب کچھ فکر نہیں۔ میرے پاس بیٹھے رہنے سے وہ صندوق کیسے اُڑا لے جائے گا۔ اگر لڑائی کا موقع آپڑا۔ تو اُس کا بھی میں نے انتظام کر رکھا ہے میری جیب میں بالکل بھری ہوئیں دو پستولیں موجود ہیں۔ اُس کے آتے ہی اُس پر فائر کرنے شروع کر دوں گا۔"

آپ کے صندوق کی حفاظت تو اچھی طرح سے ہو گئی۔ مگر مجھے کرشن چندر کے ہار کا فکر لگا ہوا ہے۔ اُس کا بھی کوئی انتظام کرنا چاہئے۔ وہ بچارہ اِس وقت میری انتظار کر رہا ہو گا۔ کیونکہ میں نے اُس سے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں وقت پر پہنچ کر اُس کی مدد کرونگا اُس نے تمام کام مجھ پر چھوڑ کر میرا خیال ہے۔ کہ پولیس کو بھی اطلاع نہ دی ہو گی۔ اگر آپ پولیس کو اطلاع دے کر چند سپاہی اس کی دوکان پر بھجوا دیں۔ تو شائد اس کا ہار بچ جائے۔"

رستم جی۔ "ہاں مجھے اپنا تو کوئی فکر نہیں رہا۔ میں بھی جا کر پولیس کو اطلاع دیتا ہوں۔ اور سپاہی اس کی دوکان پر بھجوا دیتا ہوں۔"

یہ کہہ کر رستم جی مکان سے نکل پڑا۔ اور جلدی جلدی جانے لگا۔

آٹھواں بیان

بارہ بجنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے ہیں۔
کرشن چندر دوکان میں بیٹھا یوگیش چندر کی انتظار کر رہا ہے اُس نے ہار جس کو کہ چور نے اُڑا لے جانے کی دھمکی دی ہے اپنی جیب میں رکھا ہوا ہے۔ ٹھیک بارہ بجے ایک آدمی ہاتھ میں پستول لئے ہوئے آتا دکھائی دیا۔ کرشن چندر نے اس آدمی کو دیکھتے ہی اس کی پستول اور لباس سے پہچان لیا اور بولا "آیئے۔ یوگیش چندر۔ میں بڑی دیر سے آپکی انتظار کر رہا تھا میں نے تو خیال کیا تھا۔ کہ اب آپ نہیں آسکیں گے۔ مگر شکر ہے کہ آپ وقت پر آپہنچے۔ (ہار جیب سے باہر نکالکر) یہ دیکھئے اسی ہار کو اُڑا لے جانے کی چور نے دھمکی دی ہے۔ بھلا کیسے اڑا لے جائیگا۔ اب آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔"
اُس آدمی نے وہ ہار کرشن چندر کے ہاتھ سے لے لیا۔ اور اور اپنی ہاتھ کی پستول کو اُس کے منہ پر تان کر کہا "تو تمہیں معلوم ہی ہے۔ کہ میں یوگیش چندر ہوں۔ آپ دیکھتے ہیں۔ کہ یہ وہی پستول ہے۔ جو کہ مجھے ابھی گورنمنٹ سے انعام کے طور پر ملی ہے کیونکہ یہ جو "آر۔جی۔ڈی" تین حروف اس پستول پہ کھدے ہیں۔ یہی حروف اُسی انعامی پستول کی نشانی ہے۔ تمہارا ہار میں لے جاتا ہوں۔ اگر ذرا بھی بولے۔ تو اسی پستول سے تمہارا کام تمام کر ڈالوں گا۔ یہ کہکر وہ آدمی دوکان سے نکل کر باہر کی طرف چلا گیا۔ اور بچارہ کرشن چندر منہ دیکھتا رہ گیا۔ اُس کے چلے جانے

پر کرشن چندر نے دل ہی دل میں کہا۔ "معلوم تو یوگیش چندر ہوتا تھا۔ اور پستول بھی یوگیش چندر کے سوائے اور کسی کے پاس نہیں ہو سکتی تھی یوگیش چندر کے خلاف میں پولیس میں بھی اطلاع نہیں دے سکتا۔ کیونکہ اگر دوں تو پولیس اُسے کچھ کہیگی نہیں۔ الٹ مجھ پر شک کرنے لگ جائیگی۔ میری اس بات کا کوئی یقین نہ کرے گا۔ کہ یوگیش چندر میرا ہار چرا کر لے گیا۔ اچھا جو قسمت میں ہونا تھا ہو گیا۔ اب چُپ ہی کر رہنا اچھا ہے"

اس طرح کی دل ہی دل میں باتیں کر۔ کرشن چندر پلنگ۔ پر لیٹ گیا۔ ناظرین سمجھ گئے ہوں گے۔ کہ یہ سہراب ہی تھا۔

نواں بیان

رستم جی کے چلے جانے پر یوگیش چندر اس صندوق کے پاس بیٹھا رہا۔ ساڑھے بارہ بج گئے۔ مگر کوئی وہاں آتا دکھائی نہ دیا۔ یوگیش چندر نے خوش ہوکر آپ ہی آپ کہا۔ یہاں بھلا کیسے آسکتا تھا۔ جو وقت اس نے اس صندوق کو اڑا لے جانے کا لکھا تھا۔ وہ گذر گیا ہے۔ اب یہ صندوق اُس کے ہاتھ سے بچ گیا۔ ہاں کرشن چندر کا ہار اڑا لے گیا ہو۔ تو پتہ نہیں۔ اس کا حال بھی رستم جی کے آنے پر معلوم ہو جائیگا"

اتنے میں رستم جی آگیا۔ یوگیش چندر اُس کو دیکھتے ہی بولا "کیوں کرشن چندر کا ہار بچ گیا۔ یا ڈاکو اُڑا لے گیا"

رستم جی۔ "میں تو کرشن چندر کے مکان تک جا ہی نہیں سکا۔ ابھی بازار میں پہنچا ہی تھا۔ کہ ایک لمبے چوڑے آدمی نے مجھے آدبایا۔ اور مجھے پستول دکھا کر کہا۔ کہاں جاتے ہو"
میں اُسے دیکھتے ہی سہم گیا۔ اور ڈر سے کچھ نہ بولا۔ اتنے میں ایک اور آدمی وہاں آگیا۔ اس پہلے آدمی نے اُسے کہا جب تک میں واپس نہیں آتا۔ اسے پکڑ رکھو۔ نووارد نے مجھے پکڑ رکھا۔ اور پہلا آدمی چلا گیا۔ ایک گھنٹے کے بعد وہ واپس آگیا اور نووارد نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس طرح میں اپنی جان چھڑا کر آیا ہوں معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ آدمی جس نے مجھے پہلے پکڑا تھا سہراب تھا"

یوگیش چندر ہاں۔ معلوم ہوتا ہے۔ وہ کرشن چند کا ہار لے گیا۔"

اس کے بعد یوگیش چندر رات کو رستم جی کے ہاں ہی سو رہا۔ صبح کو اٹھتے ہی اپنے مکان پر چلا گیا

اس دن دوپہر کے وقت اسے بذریعہ ڈاک ایک خط ملا اس میں لکھا تھا۔ "میرے دوست یوگیش چندر۔

اس میں شک نہیں۔ کہ آپ نے رستم جی کے ہیروں کو چوری ہونے سے بچا لیا۔ مگر میں کرشن چندر کا تو ہار اڑا لے گیا۔ اچھا اب میں پھر آپ کو اطلاع دیتا ہوں۔ کہ آج رات کو دس بجے رستم جی کے ہیروں کو اڑانے کی کوشش کروں گا۔ اگر وہاں میرا کسی طرح داؤ نہ لگا۔ تو پھر چیت پور روڈ پر رامیش چندر بزاز کی دوکان کی تمام نقدی اڑا لے جاؤں گا۔

آپکا دلی دوست

سہراب"

یوگیش چندر اس خط کو پڑھ کر سوچ رہا تھا۔ کہ اتنے میں ایک سوداگر آتا ہوا دکھائی دیا۔ اس نے آتے ہی یوگیش چندر کے ہاتھ ایک چٹھی دیکر کہا۔ کیا آپ میری اس معاملے میں مدد کر سکتے ہیں ؟"

یوگیش چندر نے اس چٹھی کو پڑھنا شروع کیا۔ اس میں ذیل کی عبارت درج تھی۔

"میرے دوست رامیش چندر۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ آپ کی دوکان میں ہر روز ہزاروں روپے کا مال خرید و فروخت ہوتا ہے۔ اور ہر روز آپ کی دوکان میں ہزاروں روپے

نقد پڑے رہتے ہیں۔ آج رات کو دس بجے میں آپ کی دوکان کی کل نقدی اُڑا لے جاؤں گا۔ اس لئے آپ اچھی طرح سے انتظام کر رکھیں۔"

آپ کا دوست

سہراب ڈاکو"

یوگیش چندر نے اس چٹھی کو پڑھکر کہا۔ مجھے بھی اس ڈاکو کی ایک چٹھی ملی ہے۔ اس میں اُس نے لکھا ہے۔ کہ آج رات کو دس بجے وہ رستم جی نامی سوداگر کے ہیرے اڑا لے جانے کی کوشش کرے گا۔ اور اگر وہاں اپنی کامیابی ہوتی نہ دیکھے گا۔ تو پھر آپ کی نقدی اُڑا لے جائیگا۔

یہ کہہ کر یوگیش چندر نے وہ خط جو اُسے ملا تھا نکال کر سوداگر کے ہاتھ میں دے دیا۔

اس خط کو پڑھکر رامیش چندر بولا "ہاں اس میں تو یہی لکھا ہے۔ پھر آپ ایک ہی وقت میں دو جگہوں پر کیسے جا سکیں گے"

یوگیش چندر۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔

اچھا میں ابھی پولیس میں اطلاع بھیجتا ہوں۔ دونوں جگہوں پر چاروں طرف پہرے مقرر کرا دیتا ہوں۔ خود جدھر زیادہ خطرہ دیکھوں گا۔ اُدھر چلا جاؤں گا۔

اُتنے میں رستم جی بھی وہاں آگیا۔ اور اس نے یوگیش چندر کے ہاتھ میں ایک چٹھی دی۔ اس میں ذیل کی عبارت درج تھی۔

"(رستم جی)

اس دفعہ تو آپ نے اپنے ہیروں کو بچا لیا۔ اب میں دیکھونگا

آپ کس طرح سے بچ نتے ہیں۔ آج رات کو میں دس آپ کے ہیرے چورا کرلے جاؤں گا۔ آپ ہر طرح کا انتظام کر رکھیں :؛

آپ کا دوست

"سہرد ب"

خود خط کو پڑھنے کے بعد یوگیش چندر نے اُسے رامیش چندر کے

ہاتھ میں دیا۔

رامیش چندر نے اُس خط کو پڑھنے کے بعد کہا۔ اِس میں شک نہیں کہ وہ اوّل اُن ہیروں کو اڑانے کی کوشش کرے گا اگر وہاں کامیاب نہ ہو سکا۔ تو میرے ہاں چوری کریگا

یوگیش چندر۔ "ہاں ان چھٹیوں سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے" اسکے بعد یوگیش چندر اٹھا اور تھانے میں جاکر اس بات کی اطلاع مسٹر کیو کو دی۔ مسٹر کیو نے ایک سو سپاہی رستم جی کے مکان پر اور ایک سو رامیش چندر کی دوکان پر بھیج دیئے۔ رات کو نو بجے کے قریب یوگیش چندر رستم جی کے مکان پر گیا۔ رستم جی نے وہی ہیروں کا صندوق یوگیش چندر کے حوالے کر دیا۔ یوگیش چندر اِس صندوق کو اپنے پاس رکھ کر رستم جی سے کہا۔ "اب تو یہاں کوئی خطرہ نہیں رہا۔ اوّل تو چور کا باہر سپاہیوں کی نظر سے بچ کر بھی آنا مشکل ہے اگر آ بھی جائے۔ تو میرے پاس سے صندوق کیسے اٹھا کر لے جاؤ گا۔ اب دیکھنا یہ چاہیئے۔ کہ رامیش چندر کی دکان پر ٹھیک طرح سے انتظام ہو گیا ہے۔ یا نہیں۔

رستم جی "میں ہی رامیش چندر کی دکان پر جاتا ہوں اور دہاں دیکھ کر آتا ہوں۔ کہ سپاہی ہر طرح سے خبردار ہیں۔ یا نہیں۔ مجھے اب

یوگیش چندر "ہاں آپ جائیں"

رستم جی چلا گیا۔ اور آدھ گھنٹے کے بعد واپس آکر بولا میں تو اب کبھی نہیں جاؤں گا۔ بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں میں ابھی وہاں پہنچا بھی نہ تھا۔ کہ پھر وہی نوجوان آدمی جو مجھے کل کرشن چندر کی دکان کی طرف جاتے وقت ملا۔ اور مجھے پیچھے سے پکڑ کر بولا اب بھی باز نہیں آئے۔ اب میں تمہیں جان سے مارے بغیر نہ چھوڑوں گا۔ اتنے میں اس نے سیٹی بجائی اور ایک اور آدمی آ گیا۔ اُسے مجھے پکڑے رکھنے کے لئے کہہ گیا۔ اور آدھ گھنٹے کے بعد واپس آکر بولا "اب ہم تمہیں چھوڑ دیتے ہیں۔ اگر پھر کبھی پیچھا کیا۔ تو تمہیں جان سے مارے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ اور میں ادھر چلا آیا۔

یوگیش چندر کو یہ سُن کر سخت افسوس ہوا۔ کیونکہ اسے یقین ہو گیا۔ کہ ضرور وہاں سہراب چوری کر گیا

معاملے میں قصوروار نہیں۔ مگر سنتا ہی کون تھا۔ آخر مقدّمہ عدالت میں پیش ہوا۔ اور گواہوں کے بیان شروع ہوئے۔

اس موقع پر کرشن چندر بھی آگیا اور اس نے بیان دیا۔ کہ اس کا ہار بھی یوگیش اڑا لے گیا تھا۔ کیونکہ اس نے وہ انعامی پستول اس کے ہاتھ میں دیکھی تھی۔ وہ یوگیش چندر کے سوائے اور کسی کے پاس نہیں ہو سکتی تھی۔

یوگیش چندر نے کہا۔ "جس وقت چوریاں ہوئیں۔ میں اس وقت رستم جی کے مکان پر تھا اور وہ انعامی پستول اُن چوریوں کے ہونے سے پہلے ایک رات ایک آدمی میرے مکان سے چرا لے گیا تھا۔"

رستم جی سے پوچھا گیا۔ تو اس نے کہا۔ کہ میں دس بجے سے پہلے ہی یوگیش چندر کو اپنے مکان پر بٹھا کر خود باہر چلا گیا۔ اسی وقت مجھے ایک آدمی نے پکڑ لیا۔ اور سیٹی بجا کر اس نے ایک دوسرے آدمی کو بلا لیا۔ دوسرے آدمی نے مجھے اس وقت تک پکڑ رکھا جب ایک گھنٹے کے بعد وہ پہلا آدمی آگیا۔ تو مجھے چھوڑ دیا گیا۔ اسی طرح اس دن پکڑ لیا گیا تھا۔ جس دن کے کرشن چندر کا ہار چوری ہوا جب میں ان دونوں راتوں کو واپس اپنے مکان پر گیا۔ تو یوگیش میرے مکان پر ہی بیٹھا تھا۔ میں یہ نہیں کہ سکتا کہ میرے اپنے مکان سے جانے کے بعد یوگیش چندر کہیں باہر چلا جاتا ہو اور میرے واپس آنے سے پہلے میرے مکان پر آجاتا ہو۔

سرکاری وکیل نے کہا۔ ہاں یوگیش چندر ایسا ہی کرتا ہوگا

ہونگے۔ یہ تینوں پہلے ہی صلاح مشورہ کر لیتے ہوں گے۔ اور خود ہی بل کر سہراب کے نام سے چھٹیاں۔ بھیج دیتے ہوں گے۔ اگر وہ پستول یوگیش چندر سے چوری ہو گئی تھی۔ تو وہ اُس وقت اِطلاع دیتا۔ وہ پستول اُس کے کسی ساتھی کے پاس ہو گی سہراب تو جیل سے بھاگ کر کہیں چھپا ہوا رہتا ہو گا اُسے اب چوریاں کرنے کا کسی طرح حوصلہ نہیں ہو سکتا عدالت کو یقین ہو گیا۔ کہ واقعی یوگیش چندر چور ہے۔ اور اُس نے اُسے پانچ برس کی قید کی سزا دی۔ عدالت نے بہیترا پوچھا۔ کہ اس کے دونو ساتھی کہاں ہیں۔ مگر اُس بچارے کا اگر کوئی ساتھی ہوتا تو بتاتا بھی۔ اس نے یہی کہا کہ اس کا کوئی ساتھی نہیں۔

یوگیش چندر کو سزائے قید ہو گئی۔ مگر چوریاں اب بھی بند نہ ہوئیں۔ مسٹر کیو کا خیال تھا۔ کہ اب چوریاں یوگیش چندر کے ساتھی کر رہے ہوں گے۔ اس نے گورنر سے درخواست کی۔ کہ وہ اس معاملے کے لئے ولائیت کے سب سے بڑے جاسوس مسٹر بلیک کو بلائیں۔ مسٹر بلیک نے بڑی خوشی سے آنا منظور کر لیا۔ اور دو ہفتے کے اندر ہی کلکتے پہنچ گئے۔ یہاں آکر وہ چور کو گرفتار کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

گیارہواں بیان

چیت پور روڈ سے سٹیشن کی طرف جاتے ہوئے۔ سڑک کے کے کنارے ایک لال پتھر کا بنا ہوا مکان دکھائی دیتا ہے یہ مکان لال چھتری کے نام سے مشہور ہے۔ گو آج کل یہاں خوب رونق ہوتی ہے۔ اور اکثر لوگ اس مکان کو دیکھنے کیلئے دور دور سے آتے ہیں۔ مگر ان دنوں جب کہ مسٹر بلیک چوروں کا سراغ لگانے کے لئے کلکتے میں آئے ہوئے تھے۔ یہ مکان لوگوں میں بھوتوں کا گھر مشہور تھا۔ اور اس کے نزدیک سے گذرنا کوئی آدمی پسند نہ کرتا تھا۔ لوگوں میں مشہور تھا۔ کہ اس مکان میں رات کو بھوت ناچا کرتے ہیں۔ اور کبھی کبھی اس سڑک پر سے آتے جاتے آدمیوں کو دکھائی بھی دیا کرتے ہیں۔

جب مسٹر بلیک کو اس مکان کے بارے میں حال معلوم ہوا تو انہیں۔ لوگوں کی اس کہاوت پر سخت حیرانی ہوئی۔ انہیں خیال آیا۔ کہ اکثر چور ڈاکو ایسے مکانوں کو ہی اپنے رہنے کا ٹھکانا بنا لیتے ہیں۔ اس لئے آج کل بھی جو چور اس طرح ہر روز چوریاں کر رہے ہیں ممکن ہے۔ اس مکان میں رہتے ہوں۔ یہ سوچ کر وہ اس مکان کی طرف چل دیئے۔ وہ بے دھڑک مکان کا دروازہ کھول کر اندر چلے گئے۔ اور اندر جاکر دیکھا۔ کہ درمیان میں صرف ایک چھوٹا سا کمرہ ہے۔ اور اس کے اردگرد کھلا برآمدہ ہے۔ یہ کسی گنبد کی شکل کا لال پتھر کا بنا ہوا تھا۔ اور دروازہ کے اوپر لال پتھر ہی لگا تھا۔ دروازہ کھول کر مسٹر بلیک نے اس کے اندر کی ... دیکھا تو ... کی حیرانی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ کیونکہ اسکی چھت اور

دیواروں میں جا بجا ہیرے جڑے ہُوئے تھے۔ کمرہ بالکل خالی تھا۔ اور اُس کا فرش سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ ایک دو منٹ اس کمرے کو اچھی طرح دیکھنے کے بعد وہ اس کا دروازہ بند کر کے مکان کے باہر چلے آئے۔

وہ وہاں سے سیدھے تھانے کی طرف گئے۔ اور وہاں مسٹر کیو بھی ملے۔ مسٹر کیو نے ان کو روز مرہ سے زیادہ خوش دیکھ کر پوچھا "کیوں جی کیا چور پکڑ لائے؟"

مسٹر بلیک۔ "نہیں۔ چور تو ابھی کوئی نہیں پکڑا۔ مگر ایک غیبی خزانہ کا پتہ لگایا ہے۔"

مسٹر کیو۔ کیسا غیبی خزانہ؟

مسٹر بلیک۔ آپ جانتے ہیں کہ سٹیشن کے قریب سڑک کے کنارے ایک لال پتھر کا مکان بنا ہوا ہے۔"

مسٹر کیو۔ "ہاں۔ اُسے تو لوگ بھوتوں کا گھر کہتے ہیں۔"

مسٹر بلیک۔ "ہاں میں نے بھی لوگوں سے ایسا ہی سنا تھا اس سے مجھے شک ہوا تھا۔ کہ اس مکان کو اپنے کام کا جان کر چور اسی میں رہتے ہوں گے۔ میں چوروں کی تلاش میں اس مکان کے اندر بے خوف گھس گیا۔ اندر گیا۔ تو درمیان میں ایک چھوٹا سا کمرہ دکھائی دیا۔ اس کا دروازہ کھول کر میں نے اس کی چھت اور دیواروں کی طرف نظر دوڑائی۔ تو دیکھا۔ کہ اس کی چھت اور دیواروں میں جا بجا ہیرے جڑے ہُوئے ہیں۔ آپ ابھی ایک سو سپاہیوں کو ساتھ لیکر میرے ساتھ چلیں اور ان ہیروں کی رکھوالی کے لئے اس مکان کے ارد گرد سپاہیوں کا پہرہ لگوا دیں۔ کیونکہ اگر چوروں کو بھی اس کمرے کا حال معلوم ہو گیا تو وہ اور وہ ہیروں کو اتار لے جانے کی کوشش کریں گے۔"

مسٹر کیو مسٹر بلیک کی اِن باتوں کو سن کر سخت حیران ہُوئے۔ اور

ایک سو سپاہیوں کو ساتھ لیکر مسٹر بلیک کے ساتھ اس مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ مسٹر بلیک نے مسٹر کیو کو اپنے ساتھ مکان میں لے جاکر وہ کمرہ دکھا دیا۔ مسٹر کیو نے اسی وقت سپاہیوں کو مکان کے اردگرد پہرہ دینے کا حکم دیا۔ اور خود اُن ہیروں کو چھت سے اکھاڑنے کی کوشش کرنے لگے۔ مگر ہیرے چھت اور دیواروں میں اس مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔ کہ وہ ایک بھی نہ اکھاڑ سکے۔ لاچار ایک سپاہی کو بھیج کر ایک لوہار کو بلایا۔ اور لوہار کو اپنی نگہبانی میں اُن کو اتارنیکو کہا لوہار بھی تمام دن میں پانچ چھ ہیرے اُتار سکا۔ مسٹر بلیک اُن کو لے کر کلکٹر کے پاس گئے۔ اور انہیں تمام حال کہہ سنایا۔ کلکٹر نے ہیروں کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا "کیا اس چھت میں ایسے ہیرے اور بھی جڑے ہوئے ہیں۔

مسٹر بلیک نے کہا "ہاں سینکڑوں کی تعداد میں ہونگے آپ انہیں کسی ایسی جگہ اکٹھے کرتے جائیں۔ جہاں یہ حفاظت سے رہ سکیں۔ کلکٹر نے ان ہیروں کو گورنمنٹ کے خزانے میں رکھوا دیا۔ اور خود اسی مکان کو دیکھنے کے لئے چلے۔ دوسرے دن جب لوگوں میں اس غیبی خزانے کی خبر پھیلی۔ تو مسٹر بلیک کو خیال ہوا۔ کہ ان چوروں کو بھی اس کی خبر ہو گئی ہوگی۔ اور وہ ضرور اُن کو اڑا لے جانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے انہوں نے پہرے کا اور بھی زیادہ انتظام اس مکان کے اردگرد کرا دیا۔ اور تمام دن میں جتنے ہیرے اترتے وہ خود ہی شام کو انہیں خزانے میں داخل کرا آتے۔

بارہواں بیان

مسٹر بلیک تمام دن تو تھانے میں بیٹھے رہتے، اور شام کو اس مکان سے لمنہ لال چھتری سے دن بھر میں جتنے ہیرے اترتے۔ انہیں لیتے جاتے۔ اس غیبی خزانے کے دریافت کرنے کے تیسرے دن جب وہ دوپہر کو تھانے میں بیٹھے تھے۔ تو رستم جی ان کے پاس آیا۔ اور ایک چٹھی نکال کر ان کے ہاتھ میں دی۔ مسٹر بلیک اس چٹھی کو پڑھنے لگے۔ اس میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی تھی۔

"رستم جی"

آج شام کو چار بجے میں تمہارا وہی ہیروں کا صندوق اڑا لے جاؤں گا۔ آپ ہر طرح سے انتظام کر رکھیں۔

آپکا دوست

"سہراب"

مسٹر بلیک نے چٹھی کو پڑھ کر رستم جی سے کہا۔ اچھا چار بجے سے پہلے میں تمہارے مکان پر آؤں گا۔ اور دیکھوں گا۔ کہ کون سہراب آکر چوری کرتا ہے۔ رستم جی اُنکے اس احسان کا شکریہ ادا کر کے چل دیا۔ مسٹر بلیک جب ساڑھے تین بجے۔ تو رستم جی کے مکان کیطرف روانہ ہو گئے۔ مسٹر بلیک کے مکان میں داخل ہوتے ہی رستم جی نے کہا میں آپکی انتظار میں ہی تھا۔ آپ وقت پر پہنچ گئے" یہ کہہ کر انہیں مکان کی اوپر کی چھت پر لیجا کر ایک لوہے کے صندوق کی طرف اشارہ کر کے بولا" اسی صندوق کو اڑا لیجانے کی چور نے دھمکی ہے۔ دیکھیں کس طرح لیجاتا ہے"

مسٹر بلیک۔ "دیکھیں ہمارے ہاتھ سے کیسے چھین کر لے جاتا ہے۔"

رستم جی دو چار اور باتیں مسٹر بلیک سے کہہ کر بولا "او ہو میں اوپر آتی دفعہ نیچے کا دروازہ بند کرنا بھول گیا تھا۔ اب جاکر بند کرتا ہوں۔"

مسٹر بلیک "ہاں دروازہ ضرور بند رکھنا چاہیے۔"

یہ سُنتے ہی رستم جی نیچے چلا گیا۔

ایک دو کرکے کئی منٹ گذر گئے۔ مگر رستم جی دروازہ بند کر کے اُوپر آتا دکھائی نہ دیا۔ یہ دیکھ کر مسٹر بلیک کو بڑی حیرانی ہوئی۔ اور وہ نیچے گئے۔ نیچے بھی رستم جی کہیں نہ ملا۔ مسٹر بلیک نے دروازہ کھولنا چاہا۔ مگر دروازہ کو باہر سے بند پایا۔ یہ دیکھ کر انہیں اور بھی حیرانی ہوئی۔ اور اوپر چلے آئے۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد انہوں نے اس اس صندوق کے تالے کو توڑ ڈالا۔ اور اس ڈھکنے کو اتار کر صندوق کے اندر کی طرف دیکھا۔ تو اُن کی حیرانی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اب وہ طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے۔ اتنے میں چھ بج گئے۔ مگر رستم جی نہ آیا۔ اور نہ ہی وہ کسی طرح باہر جانے کا دروازہ کھول سکے۔ یہی وقت انکا لال چھتری سے ہیروں کو لانے کا تھا۔ جوں جوں وقت گذرتا توں توں وہ زیادہ بے چین ہوتے جاتے۔

تیرہواں بیان

لال چھتری میں پہلے دو دنوں کی طرح آج بھی اُسکی چھت سے ایک آدمی ہیروں کو اتار رہا ہے۔ مکان کے ارد گرد چاروں طرف سخت پہرہ لگا ہوا ہے۔ کسی کو اُس کے نزدیک گذرنے کی ہمت نہیں ہوتی جب شام کے چھ بجے تو ایک آدمی اُس کے اندر داخل ہوا ۔ سپاہیوں نے جھک جھک کر سلامیں کیں۔ اور وہ اُن کا جواب دیتا ہوا۔ اُس ہیروں والے کمرے کے پاس چلا گیا۔ یہاں پہنچتے ہی مسٹر کیو نے کہا مسٹر بلیک آج روزمرہ سے زیادہ ہیرے اتارے گئے ہیں۔ یہ لو پندرہ ہیں۔ اُنہیں سنبھال کر اپنے جیب میں رکھ لیں۔ اور جا کر خزانے میں داخل کرائیں"

اس آدمی نے ان ہیروں کو لے کر اپنے جیب میں رکھ لیا۔ اور مسٹر کیو سے ہاتھ ملانے کے بعد وہاں سے چلا گیا

جب سات کے قریب بجے۔ تو رستم جی کے مکان کا دروازہ کھلا۔ دروازہ کے کھلنے کی آواز سنتے ہی مسٹر بلیک نیچے چلے گئے۔ اور رستم جی کو دیکھ کر غصے سے بولے۔ آپ کہاں چلے گئے تھے"

رستم جی۔ میں کیا کہوں۔ جب میں نیچے دروازہ بند کرنے آیا تھا۔ تو دروازہ میں ایک آدمی نے میرے منہ پر تھیلا ڈال مجھے اٹھا کر ایک موٹر میں جو باہر کھڑی تھی لے گیا۔ میرا منہ تھیلا سے بالکل بند تھا۔ اس لئے میں چلا کر شور وغل نہ مچا سکا موٹر جلدی جلدی چل دی اور دو تین گھنٹے اِدھر اُدھر گھومانے کے بعد ڈرائیور نے میرے اوپر کا تھیلا اتار کر مجھے موٹر سے اتار دیا۔ وہ جگہ جہاں مجھے ڈرائیور نے موٹر سے اُتارا۔ اسٹیشن سے قریباً دو میل کے فاصلہ پر ہوگی۔

میں وہاں سے جلدی جلدی ادھر چلا آیا۔ مگر یہاں پہنچنے پر دروازہ کو ایک تالے سے بند پایا۔ یہ دیکھ میں نے تالے کو ایک دکان سے ہتھوڑا لاکر توڑ ڈالے۔ دیکھئے تالا۔ معلوم نہیں کیا معاملہ ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ مجھ پر کھیلا ڈال کر مجھے موٹر میں لیجانے والا آدمی سہراب ہوگا۔

مسٹر بلیک یہ سُن کر جواب نہ دے کر لال چھتری کی طرف روانہ ہو گئے۔ لال چھتری میں پہنچ کر مسٹر کیو سے ملے۔ مسٹر کیو نے بلیک کے جاتے ہی پوچھا۔ ہیروں کو چھوڑ آئے"

مسٹر بلیک۔ " کون سے ہیرے"؟

مسٹر کیو۔ وہ جو ابھی تم لیگئے تھے۔"

مسٹر بلیک۔ میں تو یہاں آیا ہی نہیں۔ چور یہاں بھی اپنا کام کر گیا۔ آپ کے ہاتھوں سے بھی ہیرے اڑا لیگیا"

مسٹر کیو (حیرانی سے) " وہ آپ نہیں تھے۔"

مسٹر بلیک۔ " نہیں"

مسٹر کیو۔ یہ سنتے ہی گھبرا کر بولے " پھر تو وہ گئے۔ چور تو یہاں بھی ہماری آنکھوں میں دھول ڈال کر اپنا کام کر گیا"

مسٹر بلیک " آپ فکر نہ کریں۔ مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ چور کون ہے۔ میں ابھی جاکر اسے گرفتار کرتا ہوں۔"

مسٹر کیو۔ کیا سچ مچ! چور تو کبھی قابو میں آنے والے نہیں

مسٹر بلیک۔ آپ دیکھیں تو سہی"

یہ کہکر مسٹر بلیک پولیس کے چند سپاہی وہاں سے لیکر رستم جی کے مکان کیطرف روانہ ہوگئے۔ رستم جی کے مکان کا دروازہ کھلا

مسٹر بلیک نے اُوپر جا کر دیکھا۔ کہ ایک میز پر کئی ہیرے پڑے ہوئے ہیں اور رستم جی ان کی طرف دیکھ کر خوش ہو رہا ہے

رستم جی ان کی طرف دیکھنے میں ایسا مشغول تھا۔ کہ اسے مسٹر بلیک اور اس کے ساتھیوں کو اُوپر آنے کی بالکل خبر نہ ہوئی۔

مسٹر بلیک نے اوپر جاتے ہی سپاہیوں کو رستم جی کے ہاتھوں ہتھکڑیاں ڈالنے کا حکم دیا۔

سپاہیوں نے جھٹ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ یہ دیکھ کر رستم جی نے گھبرا کر پیچھے کی طرف مڑ کر دیکھا۔ تو مسٹر بلیک کو کھڑے پایا۔ مسٹر بلیک کو دیکھتے ہی اس کے حواس باختہ ہو گئے۔ اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ مسٹر بلیک نے سپاہیوں کو اُسے اٹھا کر تھانے کی طرف لے جانے کا حکم دیا۔ اور خود بھی ان ہیروں کو اٹھا کر جو گنتی میں پندرہ تھے۔ تھانے کی طرف چل دیئے۔

رات کو جب مسٹر کیو تھانے میں آیا۔ تو اس نے آتے ہی مسٹر بلیک سے پوچھا۔ کیا چور گرفتار ہو گیا"

مسٹر بلیک۔ ہاں اس کو حوالات میں بند کیا ہوا ہے (جیب سے ہیرے نکال کر) یہ ہیرے آج آپ سے وہ لے گیا تھا

مسٹر کیو نے خوش ہو کر کہا۔ پہلے آپ مجھے چور کو دکھائیں۔

مسٹر بلیک نے کیو کو ساتھ لے جا کر حوالات کے ایک کمرے میں بند رستم جی کو دکھایا۔ اس کو دیکھتے ہی کیو نے کہا۔ یہ تو سوداگر ہے۔ اور اس نے یوگیش چندر کے مقدمے میں گواہی بھی دی تھی۔"

مسٹر بلیک۔ ہاں۔ سوداگر بن کر ہی چوریاں کرتا تھا۔"

یہ سُن کر مسٹر کیو کو اور بھی حیرانی ہوئی۔

دوسرے ہی دن عدالت میں رستم جی کا مقدمہ شروع ہوا۔ رستم جی

نے مندرجہ ذیل بیان دیا "اس میں شک نہیں۔ کہ میں ہی سہراب ہوں بمبئی جیل سے بھاگ کر یہاں چلا آیا۔ اور اپنا نام رستم جی رکھ لیا۔ یہاں کا کوئی آدمی مجھ پہ شک نہ کر سکا۔ جاسوس کو اپنے مکان میں بٹھا جاتا تھا۔ اور خود جاسوس بن کر چوریاں کرتا تھا۔ یوگیش چندر کو میں نے کئی بار دھوکا دیا۔ اور میرے دل کے کے کامنی کمار نامی ایک آدمی نے یوگیش چندر کے پاس جاکر ہمارا تمام راز فاش کردیا۔ اور وہ جگہ بھی دکھادی۔ جہاں کہ ہم رہتے تھے۔ اور جہاں ہماری تمام لوٹ کی دولت جمع تھی۔ اس سے یوگیش چندر نے آسانی سے اس غار میں جاکر میرے کل آدمی گرفتار کرادیئے۔ اور ساتھ ہی ہماری جمع کی ہوئی تمام دولت پولیس لے گئی میں نے غار میں ایک جگہ چھپ کر اپنے آپ کو گرفتار ہونے سے بچا لیا۔ اس کے بعد ایک رات کو میں یوگیش چندر کے مکان پر گیا۔ اور اسکی انعامی پستول دکھیڑے چرالایا۔ ساتھ ہی سوئے ہوئے کامنی کمار کو بھی ایک گٹھڑی میں باندھ اُس غار میں لے گیا۔ اور اُسے وہاں قید کردیا۔ اب وہ وہیں قید ہے۔

یوگیش چندر کو اپنے مکان پر بٹھا جاتا تھا۔ اور خود اپنے مکان سے نکل کر ایک دوسرے مکان پر جاتا تھا۔ اور وہاں یوگیش چندر جیسا بھیس بناکر چوری کرنے والی جگہ پر چلا جاتا تھا۔ سوداگر مجھے یوگیش چندر سمجھکر میری خوب خاطر کرتے" اور میں ان سے چوری کرنے والی چیز لئے پستول دکھاکر کہہ دیتا۔ کہ میں ہی چور ہوں۔ سب سوداگر یہ سمجھنے لگ گئے۔ کہ یوگیش چندر ہی چور ہے۔ اور اُس بچارے کو اس جرم میں قید کی سزا بھی ہوگئی۔ مگر دراصل اُس کا کچھ قصور نہیں سب قصور میرا ہی ہے۔

مسٹر بلیک سے آگے بھی چالاکی کرنی چاہی۔ مگر وہ میری چالاکی جلدی تاڑ گئے۔

ہی چور ہے۔ تو انھوں نے ذیل کا بیان دیا۔

"رستم جی جب پہلے مجھے بلانے کے لئے تھانے میں آیا۔ تو اُس وقت ہی مجھے اِس پر شک ہوگیا۔ میں نے سوچا۔ کہ چور اور جگہ تو نوٹس دیکر چوری نہیں کرتا۔ اُسے اُس نے پہلے نوٹس کیوں دیا۔ میں اس کے مکان پر چلا گیا مجھے ایک لوہے کا بند صندوق دیکر رستم جی پیچھے دروازہ بند کرنے جانے کے بہانے سے باہر چلا گیا۔ اِس سے میرا شک رستم جی پر ہی بڑھنے لگا۔ اِس لئے میں نے اُس لوہے کے صندوق کا تالا توڑ ڈالا۔ اور اس میں دیکھا۔ کہ ہیروں کی بجائے جھوٹے موتی پڑے ہیں۔ جب رستم جی واپس آیا۔ تو اُس نے میرے پوچھنے پر یہ کہہ کر ٹال دیا۔ کہ دروازہ میں چھپے ہوئے ایک آدمی نے اُس کے منہ پر تھیلا ڈال کر باہر کھڑی ہوئی موٹر میں بٹھا دیا۔ اور موٹر چل دی۔ جب دو تین گھنٹے بعد موٹر ڈرائیور نے اُسے چھوڑ دیا۔ تو وہ چلا آیا۔ میں نے سوچا۔ اس دروازے میں چھپا ہوا آدمی اصلی چور ہوتا تو وہ...... رستم جی کو پکڑنے کے بغیر بھی چوری کر سکتا تھا میں سمجھ گیا کہ رستم جی کی یہ بات بناوٹی تھی اور وہ خود ہی چور ہے۔ اُس وقت تو میں چپ ہو رہا۔ اور لال جھنڈی میں جاکر مسٹر کیو سے ملا۔ مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ کہ چور ہیروں کو میری شکل وصورت بنکر مسٹر کیو لیگیا ہوگا۔ مگر جب مسٹر کیو نے بھی کہہ دیا۔ کہ میں ہیروں کو لے گیا ہوں تو مجھے یقین ہوگیا۔ کہ رستم جی اُن ہیروں کو لے گیا ہے۔ اسی وقت پولیس کے چند آدمی لے کر رستم جی کے مکان پر گیا۔ وہاں جاکر دیکھا۔ کہ رستم جی انہیں ہیروں کو ایک میز پر رکھ ان کی دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہے۔ میں نے سپاہیوں کو اُسے ہتھکڑیاں پہنانے کو کہا۔ اور گرفتار کرکے۔ اُسے لے گیا!"

مسٹر بلیک کا یہ بیان سن کر اُن کی دور اندیشی اور عقلمندی کو دیکھکر سب حیران رہ گئے۔

عدالت نے رستم جی کو مجرم قرار دیتے ہوئے دس سال قید کی سزا دی اور کامنی کمار کو اُس غار سے لاکر پچاس ہزار روپیہ انعام دیا۔ یوگیش چندر کو جیل سے نکال کر رہا کر دیا گیا

اس کے بعد کلکتہ میں چوریاں ہونی بند ہوگئیں۔ اور لوگ مسٹر بلیک کا شکریہ ادا کرنے لگے۔ لال چھتری سے کروڑوں روپے کے ہیرے نکلے جن میں کئی ایک مسٹر بلیک کو دیئے گئے۔ اور مسٹر بلیک مالا مال ہو کر ولایت چلے گئے۔

تمام شد

فضل ... لاہور کے جدید ... ناول جو چھپ کر تیار ہیں

نرالا جاسوس۔ یہ ایک سنسنی خیز ڈیٹکٹو ناول ہے۔ جس میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ ڈاکوؤں نے اپنی حیرت انگیز چالاکیوں سے پولیس کو کس عیاری و چالاکی سے چکر میں ڈال کر حیران و پریشان کیا۔ آخر بہادر جاسوس کو ڈاکوؤں کے گروہ میں کس طرح شامل ہونا پڑا۔ اور لاانتہا مصائب اٹھانے کے بعد نہایت حیرتناک طریق سے ڈاکوؤں کو کس بہادری سے گرفتار کیا گیا۔ یہ سب واقعات دلکش پیرائے میں سپرد قلم کئے گئے ہیں۔

قیمت مع محصولڈاک ایک روپیہ (عہ)

پانچ گھنٹے کا قیدی۔ ناول ہذا میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ ایک فیشن ایبل عیار کس حیرت انگیز عیاری سے کئی دفعہ پانچ گھنٹے کے اندر قید خانے سے فرار ہوا۔ اور محکمہ خفیہ پولیس کے افسروں کو اس نے کیا کیا ناچ نچایا۔ وغیرہ۔

قیمت صرف چودہ آنہ (۱۴؍)

جنٹلمین ڈاکو۔ اس کے چند اوراق پڑھتے ہی ناظرین پر تحیّر کا عالم طاری ہو جاتا ہے۔ اس میں دکھلایا گیا ہے۔ ایک جنٹلمین ڈاکو نے پولیس کو کس طرح اپنی حیرت انگیز کارروائیوں سے پریشان کیا۔ اور خفیہ پولیس کے افسروں نے کن مصائب سے جنٹلمین عیار کو گرفتار کیا۔ غرضیکہ ناول ہذا کا نفس مضمون سرتاپا عیارانہ چالوں سے وابستہ ہے۔ (۱۲؍)

قیمت مع محصولڈاک ایک روپیہ سات آنہ

دلاور فیروزہ۔ اس ناول میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ ایک دلاور اور شریف گھرانے کی عورت نے ایک ہوس پرست انسان کی ناپاک خواہشوں کا اپنے نشانہ پستول سے کس طرح خاتمہ کیا۔ اور عصمت ... فیروزہ نے اپنے خاوند کی عدم موجودگی ... کس عزم و استقلال کا ثبوت دیا۔ یہ دلچسپ نتیجہ خیز وہ سچا واقعہ ہے جس ... اطاعت۔ ثابت قدمی عورت ... نہایت دلکش اور بامحاورہ پیرایہ ... گئے ہیں۔ جو پڑھنے سے تعلق ... ہیں۔ قیمت صرف بارہ آنہ